© rasailojaraid.com

سیرت النبی اور قدیم و جدید استشراقی افکار۔ایک جائزہ

محمد شہباز منج*

مستشرقین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو خصوصی طور پر ہدف تنقید بنایا ہے۔دراصل نبی آخرالزمانؐ سے بغض وحسد اور عناد و عداوت اہل مغرب اور مستشرقین کے رگ و پے میں رچی بسی ہوئی ہے۔یہ بغض وحسد اور فساد و عداوت کسی خاص زمانے یا فرد و گروہ تک محدود نہیں بلکہ آغاز تحریک استشراق سے لے کر لحہ موجود تک ایک تسلسل کے ساتھ قائم اور مختلف پیرایہ ہائے بیان میں ظہور پذیر ہوتی رہی ہے۔بعض مستشرقین اور مسلم اہل تحقیق نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حضورؐ سے متعلق قدیم یہودی وعیسائی مصنفین کی الزام تراشیاں عہد جہالت اور قرونِ وسطی کی غلط فہمیوں سے عبارت ہیں، بعد میں مغربی مصنفین کا رویہ علمی و معروضی ہوتا گیا اور جوں جوں علم ترقی کرتا گیا حضورؐ سے متعلق حقیقت پسندانہ بیانات سامنے آنے لگے۔لیکن درحقیقت اس خیال میں ایک جزوی سی صداقت ہے،اور حقائق و واقعات اسی کی بحیثیت مجموعی تائید و تصدیق نہیں کرتے۔بلاشبہ بعض جدید مستشرقین نے اپنی کتابوں میں بعض جگہ انصاف پسندانہ بیانات دیے ہیں تاہم وہی مصنفین اپنی انہی کتابوں میں بعض دیگر مقامات پر اپنے موروثی تعصبات کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔لہذا صحیح تر بات یہ کہ مستشرقین شروع سے آج تک (الا ما شاء اللہ) حضورؐ کی شخصیت و سیرت کی بحیثیتِ مجموعی مسخ شدہ تصویر ہی پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ہاں یہ ضرور ہوا ہے کہ جدید مستشرقین نے دورِ علم و ترقی میں ''معروضی تحقیق'' کا بھرم رکھنے کے لیے ''نئے جال لائے پرانے شکاری'' کے مصداق نئے ''سائنٹفک'' انداز میں تمسیخ سیرتِ طیبہ کی کوشش نامسعود کی ہے۔ان جدید محققین سیرت کو جدید علم نے پرانے تعصبات و توہمات سے آزاد تو نہیں کیا البتہ مدحتِ مصطفیٰ کے نمائشی جام شیریں میں قدیم زہر عداوت و عناد گھول کر پیش کرنے کا فن سکھا دیا ہے۔یہاں راقم الحروف کا مقصد مستشرقین کی دشمنیٔ رسول اکرمؐ کی تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ سیرت طیبہ پر مستشرقین کے مختلف الزامات و اتہامات کا مختصر تذکرہ کرنا ہے، تاہم سطورِ ذیل میں پیش کیے جانے والے اس تذکرے سے یہ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی کہ مستشرقین ہر دور میں ایک تسلسل کے ساتھ حضورؐ کی مسخ شدہ، خلافِ حقیقت اور گھناؤنی تصویر پیش کرتے آرہے ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محققین کے مطابق جدید مستشرقین کا نسب نامہ جان آف دمشق یا یوحنا دمشقی (676ء - 749ء) سے ملتا ہے(۱)۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف تحریری مناظرات کی منفیانہ تحریک کا آغاز کیا۔ اس نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت حیات وسوانح مبارکہ پر حملہ شروع کیا۔ جان اور اس کے پیروؤں نے آنحضورؐ کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو دیو مالائی قصوں کا ہیرو بنا دیا۔ آپؐ کے بارے میں انتہائی مضحکہ خیز افسانے گھڑے گئے۔ آپ کو نعوذ باللہ بے دین اور نبیؐ کاذب قرار دیا گیا۔ یہ الزام لگایا گیا کہ آپؐ نے ایک پادری کی معیت میں بائبل کو مسخ کر کے اسلام نام کا ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اسلام میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک معبود کی حیثیت حاصل ہے۔ جان ہی وہ پہلا مشرقی مسیحی مشنری تھا جس نے ذات مصطفیٰ علیہ تحیۃ والثنا پر جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا، جو بعد میں مغربی محققین کی تحقیق کا دلچسپ موضوع بن گیا۔ اس نے زینب بنت جحش اور زید بن حارثہؓ کے واقعہ کو ایک افسانہ بنا کر پیش کیا۔ اس کے وضع کردہ افسانے یورپ میں کلاسیکی موضوعات بن گئے اور آج تک مستشرقین کے من پسند عناوین چلے آتے ہیں(۲)۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ نے لکھا ہے کہ اہل کلیسا کی جانب سے حضورؐ کو بدنام کرنے اور ناپسند و قابل نفرین بنانے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں، دنیا کی کسی دوسری شخصیت کے متعلق نہیں گئیں۔ عالم عیسائیت میں صلیبی جنگوں سے بھی پہلے حضورؐ سے متعلق دشمن اعظم (Great enemy) کا تصور راسخ ہو چکا تھا۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لفظ کو بگاڑ کر "Mahound" یعنی تاریکی کے شہزادے (The Prince of Darkness) کی شکل میں پیش کیا گیا(۳)۔ فلپ کے ہٹی نے حضورؐ سے متعلق قرون وسطیٰ کے مسیحیوں کے شدید منفی رویے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرونِ وسطیٰ کے عیسائیوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سمجھنے میں سخت غلطی کی۔ آپ کو نہایت حقیر کردار کا حامل ظاہر کیا گیا۔ نویں صدی عیسوی کے ایک یونانی قصہ گو نے آپؐ کی تصویر کشی ایک دغاباز اور جھوٹے مدعیٔ نبوت کے طور پر کی۔ اس تصویر کو بعد ازاں جنس پرستی، بدچلنی، خون آشامی اور قزاقی کے چمکدار رنگوں سے مزین کیا گیا۔ مذہبی حلقوں میں آپ کو دشمن مسیح کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپ کی نعش کے زمین و آسمان کے درمیان معلق ہونے کا افسانہ تراش کر خوب مشہور کیا گیا۔ یہاں تک کہ ایک اطالوی نومسلم جب 1503ء میں مدینہ گیا تو وہ حضورؐ کی نعش کو مذکورہ مقام پر نہ پا کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ دانتے نے حضورؐ کے جسم کو دو حصوں میں تقسیم کر کے جہنم کے نویں درجے میں پڑا دکھانے کی کوشش کی، جو ایسی ملعون روحوں کے لیے مناسب ترین مقام ہے، جو مذاہب میں فرقہ بندیوں کو ہوا دینے والی ہیں۔ مغربی قصہ گوؤں نے "Mahumet" کو، جو لفظ محمدؐ کی ان بگڑی ہوئی چالیس شکلوں میں سے ایک ہے، جن کا ذکر آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں کیا گیا ہے، بت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ سشیکسپیر نے Romeo and

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"Juliet" میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد ((صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل "Mahoun" کو قرونِ وسطیٰ کے ایک گشتی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا، جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے کہ ایک بت شکن اور تاریخِ انسانی میں توحیدِ خداوندی کے سب سے بڑے علمبرار کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔(۴)

لیکن منٹگمری واٹ اور ہٹی جیسے مستشرقین حضورؐ کی کردار کشی اور آپ کی سیرت طیبہ کو مسخ کر کے پیش کرنے کو عہدِ جہالت اور قرون وسطیٰ کے مسیحی مصنفین کے کھاتے میں ڈال کر خود کو اور دیگر جدید مستشرقین کو اس جرم سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضورؐ سے متعلق تعصب وتلبیس کام میں لا کر تاریخی حقائق کا اب بھی مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ کی پیش کردہ اہل مغرب کی دشمنی ٔرسولِ اکرمؐ کی تاریخی رپورٹ کے مطابق قرطبہ کے مسیحی شہیدوں اور قرونِ وسطیٰ کے داستاں سراؤں سے لے کر عصر حاضر تک حضورؐ پر بے بنیاد الزامات واتہامات کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے۔ موصوفہ کے مطابق قرون وسطیٰ کے وہ توہمات، جن کے مطابق حضورؐ کو (نعوذ باللہ) عیاش، کذاب اور تشدد پسند قرار دیا جاتا تھا، کے آثار آج بھی مغرب میں آسانی سے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ آج بھی لوگ ان خیالات پر یقین رکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب کو دنیاوی کامیابیوں کے لیے استعمال کیا۔ آج بھی یہ خیال عام ہے کہ اسلام تلوار کا دین ہے۔ مغرب میں آج بھی بعض لوگ یہ سن کر حیران ہوتے ہیں کہ مسلمان اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں، جس کی عبادت یہودی وعیسائی کرتے ہیں۔ مغرب میں حضورؐ کی تمثیلی حیثیت نے لوگوں کے لیے اس بات کو مشکل بنا دیا ہے کہ وہ آپ کو ایک ایسے تاریخی کردار کی شکل میں دیکھیں جو اس طرح کے سنجیدہ سلوک کا مستحق ہے جس کے مستحق نپولین اور سکندرِ اعظم تھے(۵)۔ حقیقت یہ ہے کہ سیرتِ رسولِ عربی کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنا اگر صرف قصہ ٔپارینہ ہی ہوتا اور جدید مستشرقین موروثی تعصبات وتوہمات سے نکل آئے ہوتے تو آج کے مسلم محقق کو اس بات کی ضرورت ہی نہ تھی کہ گڑے مردے اکھاڑ کر ان کے آبا کی غلطیوں اور تعصبات کی نشاندہی کر کے ان کے ازالے میں وقت صرف کرتا، لیکن ''بسا آرزو کہ خاک شدہ''، صورت حال اس سے یکسر مختلف ہے۔ دورِ علم وترقی کے مستشرقین سیرتِ نبوی کے حوالے سے تمسیخ حقیقت میں اپنے اسلاف سے ذرا پیچھے نہیں ہیں، بلکہ الٹا یہ کام ''سائنسی بنیادوں'' پر اور مزید تندہی سے کرنے میں مصروف ہیں۔ یہاں اس سلسلہ میں جو مثالیں پیش کی جا رہی ہیں وہ دورِ علم وترقی ہی سے تعلق رکھنے والے مستشرقین کے افکار وخیالات کی ہیں، جن میں یہ جدید محققین سیرت طیبہ پر، جہالت ولاعلمی سے تو شاید ہی البتہ تعصب وعناد سے یقیناً حملہ آور ہوئے ہیں۔

مستشرقین نے حضورؐ کی تابندہ اور پاکیزہ ترین سیرت کو داغدار کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔معروضی اور غیر جانبدارانہ تحقیق کے یہ دعوے دار سیرتِ رسول اللہؐ کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے واقعات کو غلط رنگ دے کر اور تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے اپنے مطلوبہ جانبدارانہ نتائج اخذ کرنے میں کچھ جھجک محسوس نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے بغض وحسد اور کذب وافترا، جنہیں انہوں نے نہایت ہوشیاری سے ایک فن بنا ڈالا ہے، کو کام میں لاتے ہوئے حضورؐ کی ذاتِ ستودہ صفات کو معاذ اللہ کبھی خادع ودھوکا باز اور پست اخلاق کا مالک قرار دیتے ہیں اور کبھی مرگی وجنون کا مریض۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ نے یہودیت وعیسائیت سے اخذ کردہ تعلیمات کی بنیاد پر ایک نیا دین ایجاد کر ڈالا اور کبھی کہتے ہیں کہ آپؐ کے پیغام کی کامیابی میں مناسب فضا اور سازگار ماحول کو دخل حاصل تھا۔ کبھی دعوی کرتے ہیں کہ آپؐ اپنی مزموعہ وحی کی بنا پر ہر قسم کے اصولوں کو توڑ ڈالتے تھے اور کبھی آپ پر شہرت پرست اور ظالم ہونے کا الزام عائد کرتے ہیں۔ ٹارانڈرائے جو اپنی تصنیف میں بظاہر حضورؐ کا دفاع کرتا ہوا نظر آتا ہے، آپؐ کے اخلاق وکردار پر نہایت رکیک حملے کرتا ہے۔ اس کے نزدیک حضورؐ نعوذ باللہ عیار، دغا باز اور حیلے بہانے سے اپنا مفاد حاصل کرنے کا رجحان رکھنے والے تھے(۶)۔ مستشرق موصوف نہایت عیاری سے آپؐ کی چند خوبیاں بیان کرنے کے ساتھ ہی آپ کے اخلاق پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔(۷) ایک جگہ اپنے خبثِ باطن کا اظہار بظاہر دفاعِ شخصیتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردے میں یوں کرتا ہے کہ آپؐ میں یقیناً خوبیاں ہیں لیکن آپ کے ساتھ یہ کوئی انصاف نہیں ہے کہ آپ کا مقابلہ عیسیٰ علیہ اسلام ایسی عظیم شخصیت سے کیا جائے۔ آپؐ کے پیروکاروں نے آپؐ کے لیے جو نہایت بلند اخلاقی معیار قائم کر رکھا ہے اس پر پرکھنے سے تو آپ کیا ہر شخصیت میں خامیاں نظر آنے لگیں گی۔(۸)

حضورؐ کے مخاطب مخالفین ومعاندین نے آپ پر جنون وسحر زدگی کا الزام عائد کیا تھا۔ مستشرقین نے ان سے بھی آگے بڑھ کر آپ کو صرع اور مرگی کا مریض قرار دے دیا، اور سر سید احمد خاں کے زمانے تک صورتحال یہ تھی کہ تمام عیسائی مصنف، سوائے ایک دو کے، جنہوں نے آنحضرتؐ کی سوانح عمری لکھی، اس بات کو بطور ایک امرواقعہ کے بیان کرتے تھے کہ آنحضرت کو عارضۂ صرع لاحق تھا۔(۹) ولیم میور لکھتا ہے کہ بعض اوقات آپؐ کی بے قراری وجد یا کشف کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ ہمیں اس سے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں، تاہم کچھ عیسائی مصنفین نے ان کیفیات کو مرگی کے دورے قرار دیتے ہوئے ان کا تعلق آپ کے بچپن میں ظاہر ہونے والی علامات سے جوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی زندگی کے آخری حصے میں بھی نزول وحی سے قبل آپؐ پر اسی قسم کی غشی اور بیداری کے سپنے کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔(۱۰) میور نہایت چالاکی سے مرگی کے دوروں کے الزام کو بعض دیگر عیسائی مصنفین کی جانب منسوب کرتا ہے، حالانکہ وہ ان عیسائی مصنفین میں خود سرفہرست نظر آتا ہے، جب وہ کہتا ہے:

"At the moment of inspiration...anxiety pressed upon the

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

prophet, and his countenance became troubled. Sweat dropped from his forehead, and would fall to the ground as in a trance."(11)

سپرنگر نے بھی حضورؐ کو ہذیان اور اعصابی اختلال کا مریض قرار دینے کی سر توڑ کوشش کی ہے۔(۱۲) موصوف نے حضورؐ کے مرضِ صرع کو موروثی ثابت کرنے کی غرض سے آپؐ کی والد ماجدہ حضرت آمنہؓ کو بھی مصروع قرار دے دیا اور دعوی کیا کہ اپنے ضعفِ دماغ اور مرگی کی بیماری کی وجہ سے آمنہؓ نے یہ سمجھا کہ فرشتوں نے انہیں حضورؐ کی ولادت کی خوشخبری سنائی ہے۔(۱۳)

مستشرقین نے حضورؐ کی سیرت طیبہ پر ایک نہایت رکیک حملہ یوں کیا ہے کہ انہوں نے انتہائی چالاکی اور ہوشیاری سے ایسی توجیہات پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن سے یہ تاثر پیدا ہو کہ حضورؐ کی اپنے مشن میں کامیابی حالاتِ زمانہ کا نتیجہ تھی۔ مثلاً میور کہتا ہے کہ عرب میں یہودیت کے قبولِ عام حاصل نہ کر سکنے اور اسلام کے زور شور سے پھیلنے کی وجہ یہ تھی کہ یہودیت غیر ملکی الاصل تھی اور اسلام عربوں کے توہمات، عادات ورسوم اور قومی تقاضوں کے مطابق تھا۔(۱۴) منٹگمری واٹ کہتا ہے کہ کوئی بھی نیا مذہب کسی خاص محرک کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہوسکتا، اسلام بھی محمد کے عہد میں مکہ کے حالات کا فطری ردعمل تھا۔(۱۵) مکہ کے سرمایہ داروں نے تجارت کے منافع بخش شعبوں پر اجارہ دارانہ کنٹرول حاصل کر رکھا تھا،(۱۶) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی مخالفت میں وقت کی آواز بن کر اٹھے اور اپنی دور اندیشی اور بہتر انتظامی صلاحیتوں کی بنا پر کامیابی حاصل کر لی۔(۱۷) ایچ۔اے۔آر گب کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لیے کامیاب ہوئے کہ آپ ایک مکی تھے۔(۱۸) وہ مزید کہتا ہے کہ اہل مکہ کی مخالفت نے رفتہ رفتہ آپ کو اسلام کی طرف مائل کیا اور اہل مدینہ کی مخالفت اسلام کے کامل ظہور پر منتج ہوئی۔(۱۹)

مستشرقین نے آنحضورؐ پر شرک کا الزام بھی عائد کیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں جدید مستشرقین کی زبانی قدیم مستشرقین کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بت قرار دینے اور اسلام کو شرک سے ملوث کرنے کا اعتراف گزر چکا ہے۔ لیکن جدید مستشرقین بھی اس سلسلہ میں اپنے اسلاف سے ذرا پیچھے نہیں رہے اور توحیدِ خداوندی کے سب سے بڑے علمبردار کو معاذ اللہ مشرک ثابت کرنے کی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ منٹگمری واٹ صاحب تو حضور اور مستشرقین مکہ کے عقیدہ میں کچھ فرق ہی نہیں چھوڑتے، جب وہ کہتے ہیں:

"Muhammad's original belief may have been in Allah as high god, or supreme deity, combined with lesser local dieties whom he may have come to regard as angels who could intercede with the Supreme Being.(20)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستشرق موصوف کچھ صفحات آگے چل کر آپؐ اور آپ کے دیگر ہم عصروں کو ایک ہی عقیدے کا حامل باور کرانے کی سعی ہے۔(۲۱) وہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت بھی مشرکین مکہ کے معبودان باطل کی عبادت کی مخالفت نہیں کرتی کیونکہ قرآن نے ان سے متعلق لوگوں کو نفع یا نقصان نہ پہنچا سکنے کا ذکر تو کیا ہے لیکن ان کے وجود کا انکار یا ان کے چھوٹے خدا ہونے کی نفی نہیں کی۔(۲۲) جارج سیل کو حج بیت اللہ اور نمازوں میں کعبہ کی طرف رخ کرنا بھی بت پرستی کے ہم معنی نظر آتا ہے۔اس کے مطابق حضورؐ نے (نعوذ باللہ) عربوں کو کعبہ سے روکنے کی ناکام کوششوں کے بعد ان کی مشرکانہ رسوم کے سلسلہ میں ان سے مصالحت کر لی تھی اور نمازوں میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے اور کعبہ کا حج کرنے کی اجازت دے دی تھی۔(۲۳) ٹارانڈرائے نے بھی تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرک کو گھسیڑنے کے لیے کئی حربے استعمال کیے ہیں؛ کبھی وہ کہتا ہے کہ حضورؐ نے بتوں کی شفاعت کا انکار تو نہیں کیا بلکہ آپؐ نے تو صرف انہیں خدا کی بیٹیاں کہنے سے منع کیا ہے؛ اور کبھی کہتا ہے کہ حضورؐ تسلیم کرتے ہیں کہ بت فرشتے ہیں اور بتوں کا حق شفاعت مسلم ہے۔(۲۴)

مستشرقین نے اپنے خبث باطن سے سیرت طیبہ پر ایک دھبہ یوں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپؐ نے متعدد شادیاں کیں جو (معاذ اللہ) آپؐ کی جنس پرستی پر شاہد ہیں۔ ولیم میور حضورؐ سے حضرت زینب کے نکاح سے متعلق واقعہ کو افسانوی رنگ دیتے ہوئے ہرزہ سرا ہے:

> "Mahomet was now going on the three score years; but weakness for the sex seemed only to grow with age and the attractions of his increasing harem were insufficient to prevent his passion from wandering beyond its ample limits."(25)

میور نے نہایت بد باطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضورؐ نے حضرت زینب کی محبت میں گرفتار ہو کر انہیں ہر قیمت پر حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔(۲۶)

مستشرقین حضورؐ پر تشدد پسندی اور تلوار کے استعمال کا الزام بھی بڑے زور و شور سے لگاتے ہیں۔ ٹارانڈرائے کے مطابق آپؐ نے تہیہ کر لیا تھا کہ تبلیغ کامیاب نہیں ہوتی تو لوگوں کو زبردستی طاعت خدا کی طرف لانا ہے۔(۲۷) مستشرق مذکور نے حضورؐ اور آپؐ کے صحابہ پر اپنی ضروریات زندگی کے لیے ڈاکہ زنی کا الزام بھی عائد کیا ہے۔(۲۸) منٹگمری واٹ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کی مختلف مہمات کو ڈاکوں سے تعبیر کرتا ہے۔(۲۹) ولیم میور جنگ بدر میں مسلمانوں کے لڑنے کا جذبہ محرکہ لوٹ کی خواہش قرار دیتا ہے۔(۳۰) جارج سیل کا خیال ہے کہ ابتداً حضورؐ کا رویہ نرم اور معتدل صرف اس لیے تھا کہ آپ کمزور تھے۔ جب آپ کو طاقت حاصل ہوئی تو آپؐ نے فوراً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعلان کر دیا کہ آپ کو بارگاہِ خداوندی سے دشمنوں پر حملہ کرنے، بت پرستی کو ختم کرنے اور دین کو بزور شمشیر قائم کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔(۳۱) منٹگمری واٹ حضور کی مختلف مہمات کے حوالے سے آپ کو جارح اور امن دشمن باور کرانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"In our peace conscious age it is difficult to understand how a religious leader could thus engage in offensive war and became almost an aggressor."(32)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار حضور کے متعلق اپنے مزعومہ ظلم وتشدد اور قتل وغارت گری کو ناقابل انکار تاریخی حقیقت ثابت کرنے کے لیے رقمطراز ہے:

"Some of the evidence against him, such as his convince at assassination and his aproavel of the execution of the men of a Jewish clan, are historical matters that cannot be denied."(33)

یہ ہیں حضور کی سیرت طیبہ سے متعلق عصر نور کے ان مستشرقین کی آرا جو یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ اگرچہ قدیم عیسائی مصنفین حضور کی سیرت سے متعلق واقعات کو توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا کرتے تھے تاہم:

"Muhammad came to be viewed more objectively in the 19th century."(34)

اور جن کا خیال ہے کہ:

"As dialogue develops between Muslims and Christians the old attitudes are slowly disappearing."(35)

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین سیرت طیبہ سے متعلق حقیقی معروضی رویہ تو جب اپنائیں جب ان کا مقصد واقعی احقاق حق ہو لیکن ان کا تو بڑا مقصد ہی تمسیخ تصویر نبوی کے ذریعہ مسلمانوں اور دیگر اہل دنیا کو حضور کی ذات ستودہ صفات سے دور بھگانا اور آپؐ کی طرف مائل ہونے سے روکنا ہے۔ مستشرقین تو اپنی صفوں میں حضورؐ سے متعلق انیسویں صدی میں معروضی رویہ کے پیدا ہو جانے کی بات کرتے ہیں لیکن انیسویں صدی تو دور کی بات ہے، بیسویں صدی بلکہ لمحۂ موجود تک جبکہ اکیسویں صدی کے بھی کئی سال گزر چکے ہیں، استشراقی رویے میں کوئی حقیقی تبدیلی دکھائی نہیں دیتی۔ اگر جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں، حضورؐ سے متعلق مغرب کے رویے میں واقعی تبدیلی آئی ہوتی تو بیسویں صدی میں کتابوں میں حضورؐ کی ایسی تصویریں نہ چھپتیں جو مولانا عبدالماجد دریا بادی جیسے لوگوں کے وادی الحاد وتشکیک میں دخول کا ایک محرک بنتیں اور مولانا دریا بادی کو یہ کہنا پڑتا کہ: ''اس زمانے میں ایک اور کتاب نظر سے گزری۔ یہ کتاب ادبی تھی۔ اس میں ایک جگہ مشاہیر کے اقوال وخیالات پر رسول کی تصویر صفحہ بھر درج تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نیچے سند یہ بھی تھی کہ فلاں (غالباً رومہ) کے میوزیم میں قلمی تصویر موجود ہے، اور یہ اس کا فوٹو ہے۔ حلیہ یہ تھا سر پر عمامہ، جسم پر عبا، تلوار کمر سے بندھی ہوئی، شانہ پر ترکش، ہاتھ میں کمان، تیوری پر بل پڑے ہوئے، آنکھوں سے غصہ، بشرہ سے تندخوئی عیاں، شانِ رحمۃ اللعالمین الگ رہی نیک مزاجی اور نرم دلی کے آثار بھی یکسر مفقود۔ مغربیت سے مرعوب دماغ کے لیے اب شک وشبہ کی گنجائش ہی کہاں رہ گئی تھی۔ دماغ تو پہلے ہی مفلوج ہو چکا تھا۔ اب دل بھی مجروح ہو گیا۔ ارتداد دبے پاؤں آیا، دوسرے مذاہب سے دل پہلے ہی ہٹا ہوا تھا، اب آزادی اور آزاد خیالی کی حکومت قائم ہوگئی''۔(۳۶) نیز بیسویں صدی ہی میں تسلسل کے ساتھ اہل مغرب کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کے گستاخانہ دعویٰ نبوت کی مقدور بھر حمایت اور مرزا اور اس کے پیروکاروں کی بھرپور سرپرستی نہ ہوتی اور پھر سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے گستاخانِ رسول اور ان کے مرتدانہ بیانات کی بھرپور پزیرائی نہ کی جاتی اور پھر یہی نہیں بلکہ حال ہی میں 2005ء کے اواخر میں ڈنمارک اور پھر دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں سرورِ انبیاءؐ کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ملعون صحافیوں کو آزادیٔ صحافت کے علمبردار قرار دے کر آزادیٔ صحافت کو برقرار رکھنے کے صلے میں اعلیٰ انعامات کے لیے منتخب نہ کیا جاتا۔

سیرت طیبہ سے متعلق استشراقی آرا کا خلاصہ:

ابتدائی مستشرقین نے حضور کی شخصیت اور سیرت وکردار کو مسخ کر کے افسانوی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) دغا باز، جھوٹا مدعیٔ نبوت، جنس پرست، ظالم وتشدد پسند اور پست اخلاق وکردار کا حامل بنا کر پیش کیا گیا۔ آپ کے اسم مبارک کو بگاڑ کر ناپسندیدہ معنی پہنانے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ آپؐ نے بت پرستی اور فرقہ بندی کو ہوا دی اور اپنے پیروؤں کو اپنی عبادت کرنے پر ابھارا۔ بعد کے زمانوں اور عصر علم ونور کے مستشرقین نے اگرچہ ان الزامات کو پرانی جہالت وتعصب قرار دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جدید مستشرقین حضور کی سیرت کا معروضی مطالعہ پیش کر رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ بھی پرانے تعصبات اور موروثی توہمات سے نہ نکل پائے۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ جدید مستشرقین وہی یا کم وبیش وہی پرانے الزامات معروضیت کے لبادے میں نئے زمانے کے مزاج کے مطابق نئی اصطلاحات میں پیش کرنے لگے۔ بیسویں صدی میں تمسیخ تصویر نبوی، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے گستاخانہ دعویٰ نبوت اور سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین اور ان کے مرتدانہ بیانات کی پذیرائی ہو یا حال ہی میں مغربی اخبارات میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکے، سب اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ حضورؐ اور آپؐ کی سیرت طیبہ سے متعلق اہل مغرب کے متعصّبانہ رویہ میں عصر علم ونور میں بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیرت طیبہ سے متعلق استشراقی فکر کا جائزہ:

اوپر کی سطور میں سیرت طیبہ کے حوالے سے مستشرقین کے خیالات ان کی کتابوں کے حوالوں سے تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے۔ سطور ذیل میں ان کے افکار وخیالات کا مختلف عنوانات کے تحت تفصیلی جائزہ لے کر ان کے اعتراضات والزامات کی حقیقت واضح کی جائے گی۔

اخلاق محمدیؐ:

مستشرقین نے حضورؐ میں مختلف اخلاقی کمزوریوں کی نشاندہی کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے، حالانکہ درحقیقت ان کی اس کوشش کی پشت پر ان کے خبث باطن کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ علم وانصاف پر کتنا بڑا ظلم ہے کہ جو لوگ آپؐ کے کاشانۂ اقدس میں آپؐ کی معیت میں رہتے ہیں آپؐ کے روز وشب، آپ کی نشست و برخاست، آپ کے قول وفعل اور آپ کے اخلاق وکردار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں انہیں تو آپ کی ہر ادا حسین اور قابل تقلید نظر آتی ہے۔ جو لوگ آپ سے دشمنی کرتے ہیں آپ پر طعن وتشنیع کے تیر برساتے ہیں اور آپ کے خلاف سازشوں کے جال بنتے ہیں وہ بھی آپ کو دھوکا باز اور خائن نہیں سمجھتے، بلکہ اپنی معاندانہ کاروائیوں کے باوجود اپنی قیمتی چیزیں حضورؐ کے پاس بطور امانت رکھتے ہیں اور آپؐ کی بے مثل صداقت وامانت کے معترف ہیں۔ جن لوگوں کے درمیان آپؐ نے اپنی زندگی کے تریسٹھ سال گزارے ان کو تو آپؐ کی سیرت پر دھوکے بازی اور عیاری کا کوئی دھبہ نظر نہ آیا لیکن جن لوگوں کا نہ آپؐ کے ساتھ زبانی تعلق ہے جو نہ آپؐ کے ہم مذہب ہیں اور نہ ہم قوم وہ آپؐ کی ذات ستودہ صفات کی سیرت طیبہ پر عیاری ودھوکے بازی اور عہد شکنی کے بے شمار دھبے ظاہر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ٹارانڈ رائے کے حوالے سے اوپر نقل کیا گیا کہ اس کے نزدیک حضورؐ کے پیروکاروں نے آپؐ کے اخلاق کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مستشرق مذکور نے تعصب میں اندھا ہو کر یہ نہیں دیکھا کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے اخلاق حسنہ کی تصویر کشی کی ہے وہ رسول عربی کی تشریف آوری سے قبل حسن اخلاق کے نام سے بھی آشنا نہ تھے۔ وہ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خون کی ندیاں بہاتے تھے اور رحمت وشفقت کے الفاظ ان کے لیے اجنبی تھے۔ انہوں نے حسن اخلاق کا درس دبستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے لیا تھا۔ حضورؐ ہی کی تعلیم نے ان کی کایا پلٹ دی تھی۔ انہیں حضورؐ کی شخصیت میں جو اخلاقی نمونے نظر آتے تھے وہ ان کے گذشتہ تجربات کے خلاف تھے۔ انہوں نے دشمنوں پر رحم کرنے کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، لیکن حضورؐ نے اپنے خون کے پیاسوں کو عام معافی دینے کا حیران کن نمونہ ان کے سامنے پیش کیا تو وہ آپؐ پر دل و جان سے نثار ہو گئے۔ بنی نوع انسان کے درمیان مساوات کا کوئی تصور ان کے ذہن کے کسی گوشے میں نہ تھا لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضورؐ نے ایک قریشی اور ایک حبشی کو برابر قرار دیا تو اس عجیب وغریب مگر پرکشش تعلیم کی تاثیرات نے ان کے دل موہ لیے۔ اخلاقی قدروں سے تو ان کو متعارف ہی حضورؐ نے کرایا تھا۔ وہ اس قابل ہی کہاں تھے کہ اپنے تخیل کے زور پر حسن اخلاق کا ایک کامل معیار وضع کرتے اور پھر دنیا کو یہ دکھانے کی کوشش کرتے کہ وہ جس پیغمبر خدا کی امت ہیں ان کے اخلاق اس مثالی معیارِ اخلاق پر پورا اترتے ہیں۔ حضورؐ تو تشریف ہی محاسن اخلاق کی تکمیل کے لیے لائے تھے ۔ یہ کیونکر ممکن تھا وہ خود ان محاسنِ اخلاق کا مجموعہ نہ ہوتے جن کے اتمام کی وہ عمر بھر کوشش فرماتے رہے۔ سورہ القلم کی آیت ۴ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا۔ اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ عظمتِ انسانی کے بلندترین مقام پر فائز تھے۔ اگر صدق آپ کا حامی و ناصر نہ ہوتا، خوداعتمادی آپ کا خزینہ نہ ہوتی، ذکرالٰہی آپ کا انیس نہ ہوتا، عجز وانکسار آپ کا فخر نہ ہوتا، علم آپ کا ہتھیار نہ ہوتا اور عقل آپ کے دین کی اصل نہ ہوتی تو یقیناً آپ انسانیت کے لیے ''مکمل نمونہ'' نہ بن سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ نمونہ بننے کی توفیق صرف اسی وجود ذی وجود کو میسر آسکتی ہے جسے جامعیت بھی حاصل ہو اور اکملیت بھی، جس کی زندگی خیروشر، حق وباطل اور حسن وقبح کا جامع، عالمگیر اور سچا معیار ہو۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی شہادت سیرت اطہر کا صفحہ صفحہ دے رہا ہے۔ موافقین کے بیانات کو تو شاید معترضین حسن عقیدت سے تعبیر کردیں، لیکن آپ کے اخلاق اتنے عالی ہیں کہ سخت سے سخت دشمن بھی ان کے اعتراف پر مجبور ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں چند قدیم و جدید مخالفین ہی کے اعترافات نقل کیے جاتے ہیں۔

یہ تاریخ کی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضورؐ کی پاکیزہ زندگی آپ کے دشمنوں کے لیے ایک کھلے چیلنج کی طرح موجود رہی کہ کوئی اٹھے اور اس میں عیب نکالے، کوئی بڑھے اور اس پر حرف گیری کرے، لیکن کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ آپ پر حرف گیری کرتا۔ مشرکین مکہ حضورؐ کو اس وقت بھی امین سمجھتے تھے جب آپؐ نے ابھی دین متین کی دعوت نہیں دی تھی اور وہ اس وقت بھی اپنی قیمتی اشیا آپ کے پاس بطور امانت چھوڑ جاتے تھے، جب وہ دین حنیف کی مخالفت میں اندھے ہوچکے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ ان کی امانتیں اس رات بھی آپؐ کے کاشانہ اقدس پر پڑی تھیں جب انہوں نے اس شمع فروزاں کو اپنی پھونکوں سے بجھا دینے کی ناکام کوشش تھی۔ ابوجہل کی دشمنی محمدؐ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن وہ بھی حضورؐ کو جھوٹا نہ کہہ سکا اور گویا ہوا: ''محمدؐ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے، ہم تو صرف اس پیغام کو جھٹلاتے ہیں جو تم لے کر آئے ہو۔'' (۳۷) نضر بن حارث جو فسق جدید کا امام تھا قریش کی بک بک سن کر تھک گیا تو کہنے لگا: ''محمد جب تم میں نوعمر لڑکا تھا تو وہ اپنی عادت کی پاکیزگی اور اطوار کی عمدگی کے لیے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ وہ راست گفتار اور امانت دار تھا۔ مگر اب جب کہ اس کی ڈاڑھی کے بال سفید ہونے کو آئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں تو تم نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ وہ جادوگر ہے، کاہن ہے، دیوانہ ہے، شاعر ہے، حالانکہ وہ جادوگر ہے نہ کاہن، دیوانہ ہے نہ شاعر۔ اے گروہ قریش! غور کرو تم پر ایک عظیم امر واقع ہوا ہے۔"(۳۸) یہ تو آپؐ کے ہم عصر مخالفین کی آپؐ کی سچائی کے اعتراف کی ایک ہلکی سی جھلک ہے، آج کے مخالفین جو مستشرقین کے نام سے جانے جاتے ہیں، وہ بھی تمام تر تعصب کے باوجود آپ کی سچائی اور اعلیٰ اخلاق کے اعتراف پر مجبور ہوئے ہیں۔ تھامس کارلائل جو قرآن اور اسلام پر طرح طرح سے حملہ آور ہوا ہے، اپنے ہم قبیلہ مستشرقین کے حضورؐ کی سیرت طیبہ پر لگائے جانے والے الزامات کی زبردست تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ہم عیسائیوں کا یہ قیاس بالکل بے بنیاد ہے کہ آپ جھوٹے اور دغا باز تھے اور آپؐ کا مذہب محض فریب اور نادانی کا ایک مجموعہ تھا۔ کذب و افترا کا وہ انبارِ عظیم جو ہم نے اپنے مذہب کی حمایت میں اس ہستی کے خلاف کھڑا کیا ہے، وہ خود ہمارے لیے شرمناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کسی طور پر بھی آنحضورؐ کو حریص، تنگ ظرف اور جھوٹا کہنے میں حق بجانب نہیں۔ آپؐ پیغمبر صادق تھے اور آپؐ کا الہام بالکل سچا تھا۔(۳۹) منٹگمری واٹ جس کی اسلام سے عداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اعتراف کرتا ہے کہ محمدؐ نے ایک ایسا روحانی اور سماجی نظام قائم کیا جو آج کی ترقی یافتہ دنیا کے چھٹے حصے کی رہنمائی کر رہا ہے۔ یہ کام کسی دھوکے باز یا عیاش شخص کا نہیں ہو سکتا۔(۴۰) ٹارانڈرائے جس کی حضورؐ کے اخلاق سے متعلق ہرزہ سرائی استشراقی الزامات کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔ حضورؐ کے کریم الطبع اور اعلیٰ ظرف ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "This reminds us of the fact that Muhammad himself actually possessed a generous nature, that he was able to let the past forgotten and that he often showed an understanding of how to win over former enemies by magnanimity."(41)

Rom Landau آپؐ کے پیغام اور کارہائے نمایاں کی بنا پر آپؐ پر دھوکا باز ہونے کے استشراقی الزام کی تردید ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "History shows not a single example of an impostor whose message was responsible for the creation of one of the world's greatest empires and of one of the noblest civilizations."(42)

جرمن مستشرق گستاو ویل حضورؐ کے پاکیزہ کردار اور روشن اسوہ کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "Muhammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless." (43)

عزالدین فراج نے ایک فرانسیسی فلسفی "لامرتین" کے وہ خیالات نقل کیے ہیں جن میں وہ اپنے قوم سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ محمد (صلی الل علیہ وسلم) دھوکہ باز اور جھوٹے تھے، ہرگز نہیں نہ وہ دھوکا باز تھے اور نہ جھوٹے۔ جھوٹ، دھوکا اور فریب یہ سب چیزیں نفاق عقیدہ سے پیدا ہوتی ہیں اور نفاق میں عقیدہ کی قوت نہیں اور جھوٹ میں سچ جیسی طاقت نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے نہایت بہادری و جرت سے برس ہا برس تک سخت مخالفت اور طرح طرح کی فحش کلامیوں اور بدزبانیوں کی پرواہ کیے بغیر ایمان و نجات کی دعوت دی اور اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔ آپؐ کی دعوت نہ صرف آپ کی زندگی میں کامیابی سے پھیلی بلکہ آپؐ کی وفات کے بعد بھی پھیلتی رہی۔ ان سب باتوں سے اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی کہ حضور نہ تو دھوکا باز تھے اور نہ باطل پرست۔ (۴۴) لامرتین حضورت کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہے: ''فلسفی، خطیب، رسول، شارع، قائد، فکر و نظر کے دروازے کھولنے والا، انسانوں کو عقل کی طرف راغب کرنے والا، ایسے عقائد کا مبلغ جو دل اور ذہن دونوں کے موافق ہوں۔ ایسے دین کا بانی جس میں بت پرستی کا کوئی شائبہ نہیں، کرہ ارض پر بیس مادی سلطنتوں اور ایک عظیم روحانی سلطنت کا بانی! یہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (۴۵)

مستشرق ہٹی حضور کو عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کی طرح سچا پیغمبر تسلیم کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"In his call and message, the Arabian Muhammad was as truly prophetic as any of the Hebrew prophets of the Old Testament."(46)

ولیم میور جو حضورؐ کی ذات ستودہ صفات پر حملے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، آپ کی اخلاقی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"In all his dealings he was fair and upright and as he grew in years his honorable bearing won for him the title of Al-Ameen "the faithful."(47)

مائیکل ایچ ہارٹ حضور کو اپنے منتخب کردہ سو موثر ترین افرادِ انسانی کی فہرست میں پہلے نمبر پر رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''محمدؐ نے تاریخ انسانی پر جو بے مثال دینی اور دنیوی اثرات ڈالے ہیں وہ میری نظر میں انہیں اس بات کا مستحق قرار دیتے ہیں کہ انہیں تاریخ انسانی کی موثر ترین شخصیت قرار دیا جائے''۔ (۴۸)

مستشرقین کے حضورؐ کی عظیم اخلاقی اور انسانی خوبیوں سے متعلق متذکرہ صدر اعترافات خود اس بات کی ناطق شہادت ہیں کہ حضورؐ کے اخلاق و کردار کے حوالے سے مستشرقین کے اعتراضات و الزامات سراسر غلط اور تعصب و ہٹ دھرمی کا شاخسانہ ہیں۔ آپ کی اخلاقی عظمت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپؐ کے اخلاق و کردار پر انگشت نمائی کرنے والے خود ہی اپنے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الزام صرع:

مستشرقین نے آنحضورؐ پر صرع اور مرگی کا بیہودہ الزام بھی لگایا ہے۔ سپرنگر نے حضورؐ کی والدہ ماجدہ کے اپنے رویا میں ان فرشتوں کو دیکھنے کو جو حضورؐ کی ولادت کی خوشخبری سنانے آئے تھے ضعفِ دماغ اور مرضِ صرع سے تعبیر کر دیا۔ لیکن کیا اس متعصب مستشرق نے بائبل کی ان عبارات کا مطالعہ کیا ہے جن میں حضرت سارا اور حضرت مریم کا فرشتوں کو دیکھنا بیان کیا گیا ہے۔ اگر فرشتوں کو دیکھنا مصروع ہونے کی علامت ہے تو یہ پاکیزہ خواتین بھی مصروع ٹھہرتی ہیں، حالانکہ یہ ماننے کے لیے سپرنگر بھی تیار نہیں ہے۔ مستشرقین نے حضورؐ کو مرگی کا مریض قرار دینے کے لیے واقعۂ شق صدر، نزولِ وحی کے وقت آپؐ کی حالت کے متغیر ہونے، کفار مکہ کے آپؐ کو مجنوں کہنے اور حضرت حلیمہ کے آپؐ کے سر پر بادلوں کو سایہ کناں دیکھنے جیسے واقعات کو بھی مرگی کے الزام کی بنیاد بنایا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی سے بھی ان کا یہ بیہودہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ شق صدر سے حضورؐ کے مصروع ہونے پر استدلال کے ساتھ ہی مستشرقین نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ شق صدر کے موقع پر حضرت حلیمہ اور ان کے شوہر نے بھی یہی سمجھا تھا کہ ان کے رضاعی بیٹے پر مرگی کا حملہ ہوا ہے۔ حضرت حلیمہ اور ان کے شوہر کی طرف اس بات کو منسوب کرنے کے لیے انہوں نے حدیث کے اس حصے کو استعمال کیا ہے "قالت وقال لی ابوہ یا حلیمة لقدخشیت ان یکون ھذا الغلام قدا صیب فالحقیه باھله"۔(۴۹) یعنی حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ اس کے باپ نے مجھ سے کہا: اے حلیمہ مجھے خطرہ ہے کہ اس بچے کو کچھ ہو گیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ حضرت حلیمہ کے شوہر کے مذکورہ الفاظ تو کسی طرح اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ انہیں حضورؐ پر مرگی کا دورہ پڑنے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا، لیکن مستشرقین نے اپنے تخیل کے زور سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا۔ ڈاکٹر پوکاک نے تاریخ ابوالفداء کے لاطینی ترجمے میں مذکورہ عبارت کا غلط ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اصل عربی الفاظ کو بھی غلط نقل کیا۔ پوکاک نے "قدا صیب فالحقیه باھله" کے الفاظ کو "قد اصیب بالحقیة باھله" بنا دیا اور پھر اپنی نقل کردہ عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہ کیا اور "حلیمہ نے بچے کو اٹھایا اور اسے اس کی ماں کے پاس لے گئی" کی بجائے "اس لڑکے نے اپنے کسی ساتھی سے دماغی بیماری اخذ کر لی ہے" ترجمہ کر ڈالا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ایسا ترجمہ جس کا مترجم صحیح عربی عبارت کو نقل کرنے کی اہلیت بھی نہ رکھتا تھا، درخور اعتنا ہی نہ سمجھا جاتا لیکن ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ تاریخ ابوالفداء کا مذکورہ ترجمہ بعد کے مستشرقین کے لیے مرجع قرار پا گیا۔ ولیم میور نے مزید ستم یہ ڈھایا کہ لفظ اصیب کو اسیب بنا ڈالا اور اس کے معنی (Fit) یعنی مرگی اور صرع کا دورہ کر دیے۔(۵۰) ولیم میور نے حضرت حلیمہ کے حضورؐ کے سر پر بادلوں کو سایہ کناں دیکھنے کو بھی حضورؐ پر مرگی کے حملوں سے تعبیر کر دیا۔ یہ بھی کتنا عجیب فلسفہ ہے کہ حضورؐ پر بادل کو سایہ کناں تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت حلیمہ دیکھیں اور جناب میور مرگی کا مریض حضورؐ نبی اکرم کو قرار دیں۔(۵۱) ایک اور بات جس کی بنیاد پر حضورؐ کو مرگی کا مریض قرار دینے کی کوشش کی گئی وہ نزول وحی کے وقت آپؐ پر طاری ہونے والی حالت تھی۔ یعنی جس حالت میں آپؐ کی زبان سے وہ الفاظ نکلتے تھے جن کی تاثیر سے بچنے کے لیے کافر کانوں میں روئی ٹھونستے تھے اور جن کے اثر سے اپنے ہم مذہب لوگوں کو بچانے کے لیے عالم یہودیت ونصرانیت چودہ صدیوں سے پریشان چلا آرہا ہے، وہ فاضل مستشرقین کی نظر میں مرگی کے دوروں کا نتیجہ تھی۔ مستشرقین کفار مکہ کے حضور کو مجنون کہنے سے بھی مرض صرع پر دلیل لاتے ہیں لیکن یہ بات کہنے سے پہلے انہیں اس حقیقت پر غور کر لینا چاہیے تھا کہ آپؐ پر یہ الزام لگانے والوں نے خود اپنے عمل سے اس الزام کی تردید کر دی تھی۔ جس ہستی کو انہوں نے کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہا تھا آخر کار انہوں نے اسی ہستی کے دامن سے وابستہ ہو کر اپنی دنیا و عاقبت سنواری تھی۔ مستشرقین نے حیات طیبہ کے جن واقعات و کیفیات کی تعبیر مرگی کے مرض سے کی ہے کوئی زندہ ضمیر اور عقل سلیم رکھنے والا فرد ان واقعات و کیفیات کو مرگی کے دوروں سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ کسی غیر متعصب آدمی کی عقل یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی مرگی زدہ شخص چونسٹھ سال زندہ رہا ہو، اس نے عمل اور ہنگاموں سے بھرپور زندگی گزاری ہو، اس کے اردگرد انسانوں کا ہجوم رہا ہو اور کسی دیکھنے والے کو یہ محسوس نہ ہوا ہو کہ یہ شخص مرگی کا مریض ہے، اس کے برعکس وہ اسے خدا کا رسول سمجھیں۔ وہ مرگی کے اثر سے جو کچھ کہے اسے خدا کا کلام سمجھیں۔ اس کے اشارہ ابرو پر جانیں نچھاور کرنے کے لیے تیار رہیں، اور جو حقیقت ایسے شخص کے لاکھوں ہمعصروں سے پوشیدہ رہی ہو اسے کئی صدیاں بعد مستشرقین اپنی ''معروضی تحقیق'' کے بل پر سامنے لے آئیں۔ آج فن طب نے بہت ترقی کر لی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرگی کے مرض سے متعلق جدید تحقیقات کی روشنی میں معلومات حاصل کر کے دیکھا جائے کہ کیا ماہرین نے مرگی کے مریض کی جو علامتیں بتائی ہیں وہ کسی طرح بھی حضورؐ پر صادق آتی ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مرگی (Epilepsy) کا تعارف یوں کرایا گیا ہے کہ مرگی یا مرگی کے دورے ایسی اصطلاحیں ہیں جو مخفی طبی عدمِ توازن یا اس کی علامات پر دلالت کرتی ہیں، جس کی خصوصیت تشنج کے بار بار پڑنے والے دورے ہیں، جن میں ہوش یا تو بالکل جاتا رہتا ہے یا کسی حد تک کم ہو جاتا ہے۔ جسم کے پٹھے کبھی پھڑپھڑاتے ہیں اور کبھی نہیں۔ عام اور سب سے زیادہ ہولناک دورے وہ ہوتے ہیں جو (Grandmal Epilepsy) کہلاتے ہیں۔ ایک مثالی حملے میں مریض فوراً بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بے ہوش ہوتے ہی مریض بعض اوقات بلند آواز سے چیختا ہے، جب کہ نرخرے، دھڑ، سر اور ہاتھ پاؤں کے پٹھوں میں سخت اینٹھن پیدا ہو جاتی ہے۔ مریض اگر اس وقت کھڑا ہو تو زور سے زمین پر گر سکتا ہے۔ زبان جو پستے ہوئے دانتوں کے درمیان سے باہر نکلی ہوتی ہے شدید زخمی ہو سکتی ہے۔ اعضا سخت ہو جاتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور سر ایک طرف کو مڑ جاتا ہے۔ چہرہ پہلے زرد ہوتا ہے لیکن جب سانس رکتا اور نظامِ تنفس کے عضلات میں تشنج رونما ہوتا ہے تو چہرہ پہلے نیلا اور پھر ارغوانی رنگ کا ہو جاتا ہے۔ بیس بائیس سیکنڈ کے بعد دورے کا پہلا مرحلہ تقریباً یک لخت ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ شدید مگر متوازن جھٹکوں سے عبارت ہوتا ہے، جو سارے عضلاتی نظام کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یہ مرحلہ تقریباً تیس سیکنڈ سے لے کر سو سیکنڈ تک رہتا ہے۔ اس مرحلے میں سانس گہری ہو جاتی ہے، جو خراٹوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور منہ سے جھاگ دار تھوک نکلتا ہے، جس میں اکثر خون کی آمیزش ہوتی ہے۔ زیادہ سخت دوروں کی صورت میں امعائے مستقیم اور مثانے کا کنٹرول ختم ہو جاتا ہے اور مریض پیشاب اور پاخانے کو کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اس مرحلے کے بعد مریض سونے کی طرف مائل ہوتا ہے اور گھنٹہ بھر یا اس سے زیادہ وقت سویا رہتا ہے۔(۵۲) چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ صرع اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں دفعۃً بے ہوشی طاری ہو جائے اور اعصاب تنفس کے تشنج اور سانس لینے کے منفذ کے بند ہونے سے اعصاب اختیاری بے اختیار شدت سے پھڑ کنے لگیں اور کبھی کبھی سانس بالکل بند ہو جائے۔ اس بیماری کا مریض اکثر پاگل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اس کا حافظہ جاتا رہتا ہے۔ اس میں تیزی اور چستی نہیں رہتی اور ایسی مردہ دلی چھا جاتی ہے، جو اس کو زندگی کے معمول کے کاروبار سے معذور کر دیتی ہے۔ بدہضمی بھی اکثر ہوتی ہے اور تمام قوائے جسمانی میں ناطاقتی گھر کر جاتی ہے، جس کی وجہ سے مصروع کے چہرے سے دائمی نقاہت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کہ اس کے ساتھ مصروع کے ذہن میں اپنے ضعف و نقاہت کا یقین بخوبی جم جاتا ہے اور مشقت طلب اشغال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ بالخصوص ایسے اشغال سے جن میں اس پر زیادہ لوگوں کی نظریں پڑیں۔(۵۳) اب مرگی سے متعلق ان طبی تحقیقات کو ذہن میں رکھ کر ذرا سیرت طیبہ پر نگاہ ڈالیے۔ کیا حضورؐ میں زندگی بھر کبھی بھی کوئی ایسی علامت پائی گئی ہے جو آپ کے مصروع ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ اس کے برعکس مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضورؐ اپنے بچپن اور جوانی میں نہایت تندرست اور قوی تھے۔ خود ولیم میور نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ جب دو برس کی عمر میں حضرت حلیمہ حضور کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے سے دوگنی عمر کے لڑکوں سے بھی زیادہ تندرست و توانا دیکھ کر حضرت حلیمہ کو اسے پھر صحرا لے جانے کو کہا۔ لڑکپن اور جوانی میں حضورؐ نہایت تندرست و توانا اور قومی الجثۃ تھے۔ بہت تیز چلا کرتے تھے اور زمین پر مضبوطی سے قدم رکھتے تھے۔ تمام عمر آپ کو بڑے بڑے خطرات اور تکالیف سے سابقہ پیش آیا، لیکن آپؐ نے سب کو کمال صبر و استقامت سے برداشت کیا۔ تمام مشکلات کے باوصف خدائے واحد کی پرستش کی تجدید اس طور سے کی کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ علم الٰہیات اور قوانین تمدن و اخلاق کو ایسے کمال تک پہنچایا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانیت کی ترقی و بہبود کی خاطر اصول وقوانین کا وہ مجموعہ پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ اپنی زندگی میں تمام جزیرۂ عرب کو فتح کیا اور مختلف قبیلوں کو مجتمع کر کے ایک ایسی مضبوط و طاقتور اور عظیم الشان قوم بنا دیا جس نے اپنے زمانے کی مہذب دنیا کے جزو اعظم کو ایک قلیل عرصے میں مفتوح و مسخر کر لیا۔ کیا یہ خیال کرنا کسی طور بھی قرین عقل وانصاف ہے کہ ایسے کارہائے نمایاں ایک لاچار و ناتواں مصروع شخص سے عمل میں آئے ہوں گے (54)۔ آپؐ کے عظیم الشان و عدیم المثال کارناموں کو دیکھ کر لاتعداد مستشرقین خود مرگی کے اس بے ہودہ الزام کی زبردست تردید پر مجبور ہوئے ہیں۔ اے گیوم، جس نے خصوصیت سے آنحضورؐ کی احادیث کو اپنے ستم کا نشانہ بنایا ہے، آپؐ پر مرگی کے الزام کی پرزور تردید کرتا ہے۔ وہ اس الزام کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف تعصب کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"The charge had been made by a Byzantine writer long before such a hypothesis seems gratuitous and can safely be ascribed to anti-Mohammedan prejudice. "(55)

مستشرق مذکور آگے چل کر حضورؐ کی بے مثل دانشمندی، جنگوں میں حیرت انگیز کامیابی اور سخت ترین مخالفت کے باوجود نہایت عزم واستقلال سے کوششیں جاری رکھتے ہوئے اہل عرب کو اسلام پر مجتمع کر دینے کی شہادتوں کی بنیاد پر الزام صرع کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"Muhammad was a man whose common sense never failed him. Those who deny his mental and psychic stability do so only by ignoring the overwhelming evidence of his shrewd appraisal of others and of the significance of what was going on the world of his time and his persistence in the face of constant opposition until he united his people in the religion of Islam. Had he ever collapsed in the strain of battle or controversy, or fainted away when strong action was called for, a case might be made out. But all the evidence we have points in the opposite direction and the suggestion of epilepsy is as groundless in the eyes of the present writer as it is offensive to all Muslims."(56)

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن حضورؐ پر مرگی کے الزام کو تھیوفینز، زونارس اور دوسرے یونانیوں کی نامعقول تہمت قرار دیتے ہوئے جسے، ہوٹنگر پریڈو اور مراقی کے شدید تعصبات نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر قبول کر لیا، لکھتا ہے:

"The epilepsy, or falling sickness of Muhammad, is asserted by Theophanes, Zonaras and the rest of the Greeks; and is greedily

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

swallowed by the gross bigotry of Hottinger,...Prideaux...and Maracci... ."(57)

گبن کے نزدیک حضورؐ پر مرگی کی تہمت اس قدر مہمل ہے کہ اس کے خیال میں یہ ان لوگوں کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہے جو حضورؐ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ پر مرگی کے بے ہودہ الزام سے، جو آپ کی ذات پر کسی طرح فٹ نہیں ہوسکتا، الٹا آپؐ کے لیے ترحم کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اس کے الفاظ ہیں:

"His epileptic fits and absurd calumny of the Greeks would be an object of pity rather than abhorrence." (58)

Rom Landau قرآن کے حکیمانہ بیانات، حضورؐ کے اخلاص، آپ کے پیروؤں کے آپؐ پر مکمل اعتقاد اور صدیوں کے تجربہ کے حوالے سے الزام صرع کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"The allegation that his periods of revelation were, in reality, epileptic seizures is palpably false; for in such an attack the victim is never coherent enough to voice passages as complex or as intellectually profound as is so many that form the Quran. The sincerity with which he undertook his task, the complete faith that his followers had in his revelations and the test of centuries make it unlikely that Muhammad was guilty of any kind of deliberate deception." (59)

منٹگمری واٹ جو اسلام اور پیغمبر اسلام پر الزامات و اعتراضات کے لیے بہانے تلاش کرتا ہے، اپنے ہم قبیلہ مستشرقین کے الزامِ صرع کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ نزول وحی کے وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیش آنے والی بعض کیفیات سے مغربی نقادوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ مرگی کے مریض تھے، لیکن یہ نظریہ کوئی حقیقی بنیاد نہیں رکھتا۔ مرگی انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور کر دیتی ہے، لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس قسم کی کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اس کے برعکس آپؐ کے تمام ذہنی و جسمانی قوی آخر تک بالکل صحیح سلامت تھے۔ (۶۰)

ای۔ ڈرمنگھم نے نہایت پرزور الفاظ میں اس الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اعتبار سے دنیا کے واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں۔ آپ پر کسی ذہنی بیماری کا الزام صرف عقل سلیم سے عاری انسان ہی عائد کرتے ہیں۔ یہاں موازنہ نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت مقصود ہے کہ عہد نامہ قدیم کے پیغمبر کتنے جلد باز اور مغضوب الغضب تھے، اور تو اور عہد نامہ جدید میں حضرت مسیح جیسے حلیم اور نرم دل کو بھی ہم غصے اور طیش سے مغلوب ہوتے دیکھتے ہیں اور ایسی زبان بھی بولتے سنتے ہیں جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شائستہ قرار نہیں دی جاسکتی۔کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بڑے سے بڑا معترض کوئی ایک بھی ایسا واقعہ بتا سکتا ہے، جب آپؐ نے خود پر غصے اور طیش کو غالب کر دیا ہو؟ کیا کسی ایسے واقعہ کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جب آپؐ نے غیر شائستہ زبان استعمال کی ہو؟ کوئی معترض اور نقاد بھی آپ کی زندگی کا ایک ایسا واقعہ بیان نہیں کر سکتا، جب کسی مرض یا تکلیف کی وجہ سے آپؐ کسی میدان جنگ یا زمانہ امن میں کسی بیماری کے دورے کے زیر اثر آئے ہوں۔کوئی ایسا واقعہ ان کی زندگی میں نہیں ملتا جس سے انکی جسمانی یا ذہنی صحت کے علیل ہونے کا سراغ ملتا ہو۔ان کی جسمانی اور ذہنی صحت قابل رشک تھی۔آپ نے اپنی زندگی میں چالیس فوجی مہمیں روانہ کیں، جن میں سے ایک اندازے کے مطابق تیس جنگوں میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ ہر جنگ میں جس فراست جس شجاعت اور جنگی حکمت عملی اور مہارت کا ثبوت آپؐ نے فراہم کیا، کیا وہ کسی ایسے شخص کے لیے ممکن ہوسکتا ہے جو کسی بھی نوع کی بیماری میں مبتلا ہو؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاک، صحت منداور توانا شخصیت کو بیمار کہنے والے درحقیقت خود ذہنی بیماری میں مبتلا ہیں (۶۱)۔یہی وہ روشن حقائق ہیں جن کی بنا پر بہت سے جدید مغربی محققین کو حضورؐ پر مرگی کا الزام لگانے کو تاریخی تنقید کے خلاف ایک گناہ کا ارتکاب قرار دینا پڑا۔ اے گیوم کے الفاظ ہیں:

> "...most modern writers, as opposed to those of the last generation are of this opinion. To base such a theory on a legend which on the face of it has no historical foundation is a sin against historical criticism." (62)

دعوت محمدیؐ اور تقاضائے وقت:

مستشرقین نے سیرت طیبہ پر ایک رکیک حملہ یوں کیا کہ آپؐ کے پیغام و دعوت کی کامیابی کو سازگاری حالات کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی۔ولیم میور کا کہنا تھا کہ اسلام کی سرعت سے پھیلنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہ عربی عقائد، توہمات، قومیت اور اسلام کی پیوندکاری سے بنا تھا۔عربوں نے اسے گھر کی چیز سمجھ کر قبول کرلیا۔ یہودیت باہر سے درآمد شدہ مذہب تھا اس لیے عربوں کی ہمدریاں حاصل نہ کرسکا۔مستشرق مذکور کا کمال دیکھیے کہ جو چیز اسلام کی عظمت کی دلیل ہے، وہ اسے اس کے خلاف استعمال کرنا چاہ رہا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ جن دلوں کی سنگلاخ زمین پر یہودیت وعیسائیت توحید کا بیج نہ بو سکی تھی، اسلام نے اپنی بے مثال قوت تاثیر سے نہ صرف ان میں توحید کا بیج بویا بلکہ نہایت محنت و کاوش سے اسے قد آور درخت بنا دیا، لیکن میور نہایت چالاکی سے یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اگرچہ مذہب تو یہودیت ہی اچھا تھا مگر چونکہ باہر سے درآمد شدہ تھا اس لیے عربوں میں مقبولیت حاصل نہ کرسکا اور دعوت محمدیؐ ان کو اپنی چیز معلوم ہوئی اس لیے ان میں آسانی اور تیزی سے رائج ہوگئی۔سوال یہ ہے کہ اسلام کس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منطق کی رو سے عہدِ جاہلیت کے عربوں کے حسبِ حال تھا۔اسلام کے احکام عربوں کے عقائد و معمولات سے تو الٹا متصادم تھے۔عرب بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے، اسلام بت شکنی کی تعلیم لے کر آیا تھا۔عرب دین آبا پر فخر کرتے تھے، اسلام نے ان کے اس فخر کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی تھیں۔عربوں کے ہاں خاندانی شرافت ہی سب کچھ تھی، اسلام نے تقویٰ کو معیار شرف قرار دیا۔بے ایمان اور بے عمل قریشی ایک صاحب ایمان حبشی کی خاک پا کے برابر نہ رہا تھا۔عرب قانون کی پابندی کو غلامی کے مترادف سمجھتے تھے، اسلام نے قانون کی حکمرانی کا نعرہ لگایا۔اسلام کے عقائد و احکام عربوں کے لیے مانوس نہ تھے بلکہ اسلام کا ہر عقیدہ ان کے لیے حیران کن تھا۔یہ بات ان کی سمجھ میں ہی نہ آتی تھی کہ اللہ کسی انسان کو دوسرے انسانوں کی رہنمائی کے لیے بھیج سکتا ہے۔وہ بار بار حیرت سے پوچھتے تھے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انسان جب قبر میں گل سڑ کر مٹی ہو جائے گا تو اسے دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا؟توحید، رسالت، آخرت اور جزا و سزا کے عقائد، جو دعوتِ محمدیؐ کے بنیادی ستون تھے، عربوں کے لیے نہ صرف اجنبی بلکہ ناقابل فہم تھے۔حیرت ہے کہ میور صاحب ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے عربوں کو بت پرستی سے توحید کی طرف لانے کی کوشش کی اور دوسری طرف اسلام کے عقائد کو عربی الاصل قرار دیتے ہیں۔کیا توحید اور بت پرستی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔کوئی انصاف پسند تو یہ نہیں کہہ سکتا؛ ہاں وہ عیسائی جنہیں توحید اور تثلیث میں کوئی فرق نظر نہیں آتا اور جو تین خدا مان کر بھی توحید پرست رہ سکتے ہیں، ان کے لیے توحید و بت پرستی کو ایک کر دینا کچھ بعید نہیں۔تاریخ تو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ دعوتِ محمدیؐ عربوں کے بنیادی عقائد سے متصادم تھی، اسی بنا پر انہوں نے ابتدا میں اس کی سخت مخالفت کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا۔لیکن پیغمبر اسلام کی شخصیت اور دعوت میں وہ بلا کی تاثیر تھی کہ عربوں کے دل بالآخر مفتوح ہو کر رہے۔مستشرقین نہایت ڈھٹائی سے الٹ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ دعوتِ محمدؐ اس لیے سرعت سے پھیلی کہ یہ عربوں کے حسبِ حال تھی۔منٹگمری واٹ اور ایچ اے آر گب وغیرہ مستشرقین نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حضورؐ نے جن تبدیلیوں کا نعرہ لگایا مکہ کے حالات اس وقت انہی کا تقاضا کر رہے تھے۔لہٰذا آپؐ کی دعوت کامیاب رہی۔ان کا کہنا ہے کہ اگر آپؐ کی دعوت کے لیے کافی محرکات موجود نہ ہوتے یا دوسرے لفظوں میں آپ مکی نہ ہوتے تو آپؐ کامیاب نہ ہو سکتے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کوئی نیا الہامی دین اس وقت بھیجتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ حضورؐ کے عہد میں مکی معاشرہ ظلم و جہالت کی تاریکیوں میں اس حد تک ڈوبا ہوا تھا کہ انسانیت تڑپ رہی تھی اور صحیح ہدایت کے لیے بے قرار تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جب جہالت اپنے عروج پر پہنچتی ہے تو خود بخود ہدایت و معرفت کی طرف چل پڑتی ہے۔جہالت، ظلم اور ناانصافی جب آخری حد تک پہنچتی ہے تو اس سے آگے تباہی کا گڑھا آتا ہے۔ہدایت و معرفت کا گلشن نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظلم کی راہوں کے مسافر شاہراہِ ہدایت کی طرف اپنا رخ اسی وقت موڑتے ہیں، جب خداوند قدوس اپنے خصوصی فضل وکرم سے ان میں کسی رہبر فرزانہ کو مبعوث فرما دیتا ہے۔ حضورؐ کے زمانے کے حالات واقعی دگرگوں تھے لیکن یہ کسی مصلح کے لیے سازگار نہ تھے، بلکہ حالات ایسے تھے کہ کوئی عام قسم کا مصلح کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ جو لوگ ان میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے تھے وہ اس راستے کی سختیوں کا تصور کر کے گوشہ نشیں ہو جاتے تھے۔ تاریخ جن لوگوں کو حنفاء کے نام سے جانتی ہے، وہ واقعی ان حالات سے تنگ تھے اور ان میں تبدیلی کے خواہاں بھی تھے، لیکن ان حالات کو تبدیل کرنے کیلیے جس عزم وحوصلے اور بصیرت کی ضرورت تھی وہ اس سے بہرہ مند نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ معاشرے کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنی ذات کو ماحول کی آلودگیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔ ایسے سخت حالات میں تبدیلی کا نعرہ لے کر اٹھنا اور پھر حیرت انگیز طور پر اس میں کامیاب ہو جانا کسی عظیم و بے نظیر انسان اور فرستادۂ خدا ہی کا کام ہوسکتا ہے، مگر افسوس مستشرقین حضورؐ کی عظمت اور آپؐ کے مؤید من اللہ ہونے کا اقرار کرنے کی بجائے اپنے تعصب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے حضورؐ کی کامیابی کو سازگار حالات کا نتیجہ قرار دینے کے درپے ہیں۔

منٹگمری واٹ وغیرہ مستشرقین نے کارل مارکس کے تاریخ کی مادی تعبیر کے فلسفے کی خوشہ چینی میں دعوتِ محمدیؐ کو مکہ کی معیشت وتجارت پر سرمایہ داروں کے اجارہ دارانہ کنٹرول کا ردعمل ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

مگر ایسی باتیں بھی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تاریخ کے مسلمہ حقائق سے واضح چشم پوشی کا رویہ اپنائے ہوئے ہوں۔ کفار مکہ نے حضورؐ کو ہر قسم کی دنیاوی نعمتوں کا لالچ دیا تھا۔ وہ آپؐ کے قدموں میں دولت کے ڈھیر جمع کرنے کو تیار تھے۔ انہیں آپؐ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لینے پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آپؐ سے بار بار صرف ایک ہی مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ ان کے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ ان کے آباواجداد کو گمراہ کہنے سے باز آجائیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ معرکہ معاشی ہوتا تو کفار خود حضورؐ کو دولت وامارت کی پیشکش کیوں کرتے اور پھر حضورؐ اس موقع کو ہاتھ سے کیوں جانے دیتے؟ جو لوگ مادی مفادات کے لیے کوشاں ہوتے ہیں وہ تو مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں ، اور موقع ہاتھ آجائے تو کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتے۔ مگر حضورؐ نے کفار مکہ کی ساری پیشکشوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ آپؐ نے توحید اور دین خداوندی کا علم بلند کیا تھا اور اعلائے کلمۃ اللہ پر کسی بھی قسم کے سمجھوتا کو تیار نہ ہوئے۔ دنیا جہاں کی نعمتوں کو تو آپ حقارت سے ٹھکرا دیتے لیکن ایک شخص کے اقرارِ توحید پر آپؐ کا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا۔ ابو سفیان سارے مکہ کی دولت آپؐ کے قدموں میں ڈھیر کرتا ہے تو آپؐ کمال شانِ بے نیازی سے ٹھکرا دیتے ہیں ، لیکن وہ ابوسفیان جب کلمہ طیبہ کا اقرار کر کے مسلمان ہو جاتا ہے تو آپؐ نہ صرف بصد مسرت اسے قبول فرماتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ اس کو اپنے غلاموں میں شامل فرما کر اس کے گھر کو دار الامن قرار دے دیتے ہیں۔ اگر مسلمانوں اور کفار مکہ کی کشمکش مادی نوعیت کی ہوتی تو کوئی کافر بھی زبان سے چند جملے ادا کر کے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا اور اپنے آبائی دین پر رہتے ہوئے اپنا مقصد حاصل کر لیتا۔ پھر اگر یہ کشمکش مفادات کا کھیل ہوتی تو فتح مکہ کے دن مکہ کی گلیوں میں کفار مکہ کے خون کی ندیاں بہتیں اور دنیا مادی مفادات کے تصادم کا وہی ہولناک انجام دیکھتی جو پہلی اور دوسری عالمی جنگ میں دیکھا گیا۔ حضورؐ نے اپنے غلاموں کے قاتلوں اور اپنے بدترین دشمنوں پر قبول اسلام کے بعد اپنا دست شفقت اسی لیے رکھا تھا کہ آپؐ کا ان سے کوئی مادی جھگڑا نہ تھا۔ جب انہوں نے حضورؐ کی دعوت کو سمجھ کر تسلیم کر لیا تو ساری دشمنیاں ساری رنجشیں اور سارے جھگڑے ختم ہو گئے۔ اگر حضورؐ کی دعوت مادی مفادات کی غرض سے ہوتی تو کفار مکہ اور مسلمان جو باہم متصادم قوتیں تھے یک جان نہ بن جاتے۔ اگر حضورؐ کی دعوت دینی اور روحانی نہ ہوتی تو باطل کے علمبردار حق واضح ہو جانے کے بعد حق کی قوت کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اور حق کے علمبردار بن کر دنیا میں اس کا نور بانٹنے کے لیے نہ چل نکلتے۔

الزام شرک:

مستشرقین کا ایک الزام یہ ہے کہ حضورؐ نے ابتدا میں بتوں کی مخالفت نہیں کی۔ لیکن یہ الزام بھی سراسر غلط ہے۔ حضورؐ نے تو اپنے فریضۂ نبوت و رسالت کی انجام دہی کا آغاز ہی بت پرستی کی مخالفت اور توحید کے اعلان سے کیا تھا۔ اگرچہ اس سلسلہ میں سیرت نبوی سے متعدد حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں، لیکن مستشرقین نے چونکہ اپنے اس مفروضے کی بنیاد اس خیال پر رکھی ہے کہ قرآن کی ابتدائی آیات میں بتوں کی مخالفت کا کچھ ذکر نہیں، لہٰذا اس سلسلہ میں قرآن ہی کی ابتدائی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ۔(۶۳) مذکورہ آیات میں وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ کے الفاظ میں واضح طور پر حضور ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپؐ حسب سابق بتوں کی نجاست سے دور رہیے۔ علماء لغت نے واضح طور پر رجز سے مراد بت لیا ہے۔ پھر الرُّجْزَ فَٱهْجُرْ کے ذریعہ بتوں کی مخالفت نہیں کی گئی تو کیا گیا ہے؟ مذکورہ آیات سورہ اقراء کی ابتدائی چند آیتوں کے بعد سب سے پہلے نازل ہوئیں اور بعض علما نے تو یہ بھی کہا ہے کہ نزول وحی کا آغاز سورہ مدثر کی مذکورہ آیات ہی سے ہوا تھا۔ بنا بریں یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ قرآن کی ابتدائی آیات میں بتوں کی مخالفت کا کچھ ذکر نہیں۔ علاوہ ازیں تاریخ کی مسلمہ شہادت ہے کہ حضورؐ نے جب بھی لوگوں کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تو سب سے اہم نکتہ یہی پیش کیا کہ قولو لا إله الا الله تفلحو۔ کیا لا إله الا الله میں بتوں کے لیے کوئی گنجائش رہ جاتی ہے۔ مستشرقین نے ایک شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ حضورؐ کی دعوت میں قرآنی آیات کی رو سے بتوں کا انکار ثابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہوتا بلکہ انہیں فرشتے وغیرہ قرار دے کر ان کا حق شفاعت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کا ایک ہی عقیدہ تھا۔ لیکن، جیسا کہ کارلائل اور ہٹی کے الفاظ میں گزر چکا ہے، تاریخ کے ساتھ یہ کتنا بڑا مذاق ہے کہ توحید خداوندی کے سب سے بڑے چیمپئن کو بت پرست بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ حضورؐ کی دعوت کا تو نقطہ ماسکہ ہی یہ تھا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ ہی اس کے اذن کے بغیر کوئی اس کے حضور کسی کی شفاعت کر سکتا ہے۔ آپؐ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ یہ تمہارے ہاتھ کے بنائے ہوئے پتھروں کے بت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان بے جان مورتیوں کے آگے سجدہ ریز ہونا انتہائی جہالت ہے۔ بت کسی طرح معبود ہو سکتے ہیں اور نہ ہی فرشتے وغیرہ کوئی اور مخلوق۔ خداوند قدوس کے علاوہ کوئی بھی اس بات کا استحقاق نہیں رکھتا کہ اس کے آگے جبین نیاز جھکائی جائے۔ فرشتے جن کو تم خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہو، وہ اس کے تابع فرمان بندے ہیں ور اس کے حکم سے ذرا سرتابی نہیں کرتے اور تو اور خدا کے برگزیدہ پیغمبر بھی اسی بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ خدا کے عاجز بندے ہیں۔ کیا جس دعوت میں خدا کے علاوہ ہر چیز کو اس کی مجبور مخلوق ثابت کیا گیا ہو اس میں بے جان پتھروں کے خدائی میں شریک ہونے کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ اس سے بڑا ستم کیا ہے کہ جس نبی کا خدا ارشاد فرمائے کہ:

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (۶۴) اس کے متعلق یہ تسلیم کیا جائے کہ اس نے کفار مکہ ہی کی طرح اپنے پیروکاروں کو بتوں کے فرشتے اور شفیع ہونے کا عقیدہ تعلیم فرمایا تھا۔ مستشرقین کا یہ کہنا کہ حضورؐ نے مشرکین مکہ بالخصوص کعبہ اور اس کے حج سے متعلق بعض مشرکانہ رسوم کے سلسلہ میں ان سے مصالحت کر لی تھی، بھی ایک سفید جھوٹ ہے۔ حضورؐ نے نہ صرف شرک کو مٹایا بلکہ ہر وہ چیز، ہر وہ رسم اور ہر وہ سماجی قدر جس کا شرک سے دور کا بھی واسطہ تھا، ختم کر ڈالی۔ اس میں شک نہیں کہ خانہ کعبہ سے مشرکین مکہ کو انتہائی عقیدت تھی اور حج کی رسمیں بھی ان کو بڑی مرغوب تھیں، لیکن وہ پتھر جنہیں حضورؐ نے ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا تھا، ان پتھروں سے ان کی عقیدت خانہ کعبہ سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ اگر حضور مصلحت اندیشی سے کام لیتے تو بتوں کے خلاف ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتے۔ حضورؐ نے زمانۂ جاہلیت کی رسموں اور معمولات میں صرف انہیں چیزوں کو باقی رکھا جن کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیمؑ نے خدائے واحد کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا۔ چشمۂ زمزم فرزندِ خلیل اور ان کی عظیم والدہ کے ایثار کا انعام تھا۔ حج کے تمام مناسک کا آغاز حضرت ابراہیمؑ سے ہوا تھا۔ انہیں تعمیر کعبہ کی سعادت حاصل ہونے کے بعد حکم ملا تھا کہ وہ لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے ندا دیں۔ حضورؐ نے مناسک حج کو قائم رکھ کر سنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابراہیمی کو زندہ رکھا تھا۔ وہ رسوم جو مشرکین نے خود گھڑ کر حج کا حصہ بنا ڈالی تھیں، وہ تمام رسمیں حضورؐ نے ختم کر ڈالی تھیں۔ شرک کو ختم کرنے کے لیے خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک وصاف کرنا ضروری تھا، خود خانہ خدا کی عظمت کو جھٹلانا تو ضروری نہ تھا۔ طواف کعبہ خدا کے حکم سے کیا جاتا تھا۔ میدان عرفات میں وقوف شرک نہ تھا، بلکہ خدائے واحد کی عبادت کا ایک حسین انداز تھا۔ میدان ''منیٰ'' میں قربانی سنت خلیل تھی اور صفا ومروہ کے درمیان سعی سنت ام اسماعیل تھی۔ حضورؐ ان چیزوں کو مٹانے کے لیے نہیں بلکہ زندہ کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ کیا مستشرقین یہ خیال کر رہے ہیں کہ شرک کے خاتمے اور توحید کے قیام کے لیے ضروری تھا کہ حضورؐ صحیح یا غلط میں تمیز کیے بغیر ہر اس چیز کو ختم کر دیتے جو مشرکین مکہ کے ہاں مروج تھی۔ یہ اندازِ اصلاح مستشرقین کے نزدیک صحیح ہو تو ہو کوئی انصاف پسند آدمی اس کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ کفار مکہ بت پرست تھے، لیکن وہ بہادر، سخی، مہمان نواز اور وعدے کے پکے بھی تھے۔ کیا مستشرقین حضورؐ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ آپؐ مشرکین مکہ کے مشرکانہ عقائد کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ان کی ان انسانی خوبیوں کو بھی خامیاں قرار دیتے اور اپنے پیروکاروں کو ان خوبیوں سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے؟

تعدد زوجات النبیؐ:

مستشرقین نے حضورؐ کے تعداد ازواج پر اعتراض کرتے ہوئے آپؐ پر نعوذ باللہ شہوت پرست ہونے کا انتہائی بے ہودہ الزام بھی لگایا ہے۔ تعدد ازدواج سے اگرچہ فی نفسہ بھی، تاریخ کی مسلمہ شہادتوں کی روشنی میں، کسی فرد کی تقدس مآبی پر کوئی حرف نہیں آتا، جیسا کہ کہ مختلف مذاہب کی محترم ترین ہستیوں کے تعدد ازواج کہ شہادتوں (۶۵) سے اظہر من الشمس ہے، لیکن جب حضورؐ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضورؐ کی شادیاں محض شادیاں برائے شادیاں یا مستشرقین کی ہرزہ سرائی کے مطابق، جنسی جذبے کی تسکین کی خاطر نہیں بلکہ دیگر مقاصد کے تحت تھیں اور وہ مقاصد اتنے بلند تھے کہ شادیوں کو محض جنس تک محدود دیکھنے والے ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آپؐ کی شادیوں سے متعلق جو چند حقائق اس حقیقت کو روز روشن کی شرح عیاں کر دیتے ہیں کہ آپ کی شادیاں نعوذ باللہ جنسی جذبے کے تحت قطعاً نہیں، بلکہ دیگر اعلیٰ مقاصد کے لیے تھیں، وہ یہ ہیں۔ ا۔ آپؐ نے پچیس سال کی عمر تک کوئی شادی نہیں کی۔ ۲۔ آپؐ کے مردانہ حسن اور نسبی وجاہت کی وجہ سے ان عورتوں کی کمی نہ تھی جو آپؐ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہتی تھیں۔ ۳۔ آپؐ نے جنسی اباحیت کے ماحول میں اپنا عنفوان شباب تجرد کی حالت میں گزارا لیکن کسی کو آپ کے دامن عفت پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا۔ ۴۔ آپ نے پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں چالیس سالہ خاتون سے کی اور پچیس سال تک وہی تنہا آپؐ کی بیوی رہیں۔ ۵۔ پہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیوی کے انتقال کے بعد آپؐ نے جس خاتون سے شادی کی وہ ایک بیوہ اور معمر خاتون تھیں ۔ ۶۔ ایک زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ آپؐ کی تمام ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی باکرہ نہ تھیں، حالانکہ آپؐ اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب دیتے تھے، جیسا کہ حضرت جابر سے متعلق منقول ہے کہ جب انہوں نے حضورؐ سے دریافت کرنے پر بتایا کہ انہوں نے باکرہ سے نہیں بلکہ غیر باکرہ خاتون سے شادی کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں باکرہ عورت سے شادی کرنی چاہیے تھی کہ وہ تم سے دلگی کرتی اور تم اس سے۔(۶۶) ۷۔ حضورؐ نے متعدد خواتین سے نکاح کرنے کے باوجود فرمایا: مالي في النساء من حاجة۔ (۶۷)۸۔ آپؐ کی اکثر شادیاں پچپن سے لے کر انسٹھ سال کی عمر کے درمیان ہوئیں۔ جو شخص بھی مذکورہ حقائق کو نظر انداز کر کے محض آپؐ کی بیویوں کی تعداد گن کر آپؐ کے کردار پر معترض ہوتا ہے، اسے کسی طور بھی انصاف پسند اور غیر جانبدار محقق نہیں کہا جا سکتا۔ کیا کوئی حقیقت شناس آدمی باور کر سکتا ہے کہ ایک شخص پچیس سال کی عمر تک مجرد رہے اور پچیس سال سے پچاس سال تک کا عرصہ ایک معمر خاتون کی رفاقت میں گزارے اور اس طویل عرصے میں کوئی جذبہ اسے غلط کام کی طرف متوجہ کر سکے اور نہ ہی وہ مزید خواتین سے نکاح کا خیال تک دل میں لائے ،لیکن جب اس کی عمر پچپن سال ہو جائے تو یکا یک جنسی جذبات کا ایسا طوفان اُمڈ آئے کہ عورتوں کی کوئی تعداد بھی اسے مطمئن نہ کر سکے۔ بنا بریں یہ بات ایک مسلمہ حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہے کہ حضورؐ کی شادیاں جنسی جذبات کے تحت ہرگز ہرگز نہ تھیں بلکہ ان کے مقاصد دوسرے تھے، اس حقیقت کو مسلم مصنفین نے تو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہی ہے اور ان تعلیمی وتشریعی اور سماجی و سیاسی وغیرہ مقاصد کی تفصیلات بیان کی ہیں جو حضورؐ کی شادیوں کے پیچھے کارفرما تھے،(۶۸) یہ حقیقت اس قدر واضح ہے کہ خودِ مستشرقین کی اپنی صف میں سے بھی متعدد لوگوں نے اس بات کو واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ حضورؐ کی شادیوں کے متعدد دیگر مقاصد تھے، ان میں شہوت پرستی کا جذبہ قطعاً کارفرما نہ تھا۔ منٹگمری واٹ حضورؐ کی شادیوں کے سیاسی وسماجی مقاصد کی نشاندہی کرتے اور اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہ تعدد ازواج کے سبب حضورؐ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شادیوں کے بارے میں جس آخری بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی شادیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم تھی جو عربوں میں پہلے سے جاری تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اپنی تمام شادیوں میں سیاسی تعلقات میں اضافے کا مقصد کارفرما نظر آتا ہے۔ خدیجہؓ کے شادی سے آپ کو دولت ملی اور ملکی سیاست میں آپؐ کے اثر کا آغاز بھی اسی شادی سے ہوا۔ سودہ اور زینب بنت خزیمہ سے شادی کا سب سے بڑا مقصد مخلص مسلمانوں کی بیواؤں کو باوقار پناہ مہیا کرنا تھا، لیکن سودہ کے خاوند کا بھائی ایک ایسا شخص تھا جس کے متعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کھل کر آپ کے مدمقابل آئے اور زینب کے خاوند کا تعلق قبیلہ بنومطلب سے تھا، جن کے متعلق حضور کی خصوصی ذمہ داریاں تھیں، اس کے ساتھ آپ زینب کے اپنے قبیلے ''عامر بن صعصعہ'' کے ساتھ بھی اچھے تعلقات بنا رہے تھے۔ مدینہ میں آپ کی پہلی دو بیویاں عائشہ اور حفصہ ابوبکر وعمر کی صاحبزادیاں تھیں ،جن کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ ام سلمہ صرف ایک مستحق بیوہ ہی نہ تھیں بلکہ وہ مکی قبیلہ بنومخزوم کے سردار کی رشتہ دار بھی تھیں۔ جویریہ قبیلہ بنومصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں ،جن کے ساتھ حضور کے تعلقات خصوصی طور بہت خراب تھے۔ زینب بنت جحش آپ کی پھوپھی زاد ہونے کے علاوہ قبیلہ بنوعبدشمس کے حلیف قبیلے کی فرد بھی تھیں لیکن ان کے معاملے میں سماجی محرکات ، سیاسی محرکات پر سبقت لے گئے ، کیونکہ اس شادی کے ذریعے حضور یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ آپ نے پرانی رسموں سے رشتہ توڑ ڈالا ہے۔ مکی قبیلہ عبدشمس اور ابوسفیان بن حرب خصوصی طور پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں تھے۔ ابوسفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ مسلمان تھی اور اس کی شادی زینب بنت جحش کے ایک بھائی سے ہوئی تھی۔ ان کا خاوند جب حبشہ میں فوت ہوگیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک قاصد حبشہ بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ کی شادی کے انتظامات کیے جائیں۔ میمونہ سے شادی بھی اسی طرح حضرت عباس سے آپ کے تعلقات مضبوط کرنے میں مدد دے سکتی تھی، جو میمونہ کے برادرِ نسبتی اور حضور کے چچا تھے۔ یہودی الاصل خواتین صفیہ اور ریحانہ سے آپ کے تعلق کے مقاصد بھی سیاسی ہو سکتے ہیں (۶۹)۔ جان بیگٹ گلب حضور کے جوانی میں صرف حضرت خدیجہ سے شادی کرنے اور مدینہ میں جا کر تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ایسے وقت میں دوسری شادیاں کرنے جبکہ آپ کو فرصت کا وقت بھی بہت کم ملتا تھا، کے حقائق کے پیش نظر آپ کی شادیوں کے محرکات کے جنسی ہونے کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "It is noticeable that the apostle, when a young man, had six children by Khadija, yet he had no children by the twelve women who fallowed her, except for a son by Mary, the Egyptian concubine ...In Medina, Muhammad had less and less leisure time and mustoften have been mentally and physically exhausted, especially as he was in his fifties and lately over sixty. These are not the circumstances under which men are interested in the indulgence of extreme sexuality."(70)

مستشرق مذکور نے ایک دوسری جگہ حضور کے خلاف جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کرنے والوں کی تردید اس انداز سے کی ہے کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضور کی زوجات میں سے صرف حضرت عائشہ کنواری تھیں۔ زینب بنت جحش مطلقہ اور باقی سب بیوہ۔ پھر ان میں سے بعض کچھ زیادہ پرکشش بھی نہ تھیں۔ پھر آپ نے پچیس سال کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمر میں اپنے سے کافی بڑی عمر کی بیوہ سے شادی کی اور اس کی وفات تک چوبیس سال کا عرصہ اس کے ساتھ نہایت وفادارانہ زندگی گزاری۔(۷۱)

جہاں تک زینب بن جحش کے ساتھ حضورؐ کے نکاح سے متعلق استشراقی افسانے کا تعلق ہے، اس کی مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کے ذریعے تردید کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ موصوف یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ حضور نے یہ شادی عربوں کی ایک پرانی رسم کے خاتمے کے لیے کی تھی، رقمطراز ہیں:

"...one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had."(72)

مستشرق موصوف آگے چل کر اس شادی سے متعلق بے سروپا افسانوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر قسم کی کہانیوں کے باوصف یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت زینب کی جسمانی کشش کی بنا پر حضورؐ کے قدم ڈگمگائے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ حضورؐ کی دوسری بیویاں زینب کے حسن سے خائف تھیں۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شادی کے وقت زینب کی عمر پینتیس یا اڑتیس سال تھی اور ایک عرب عورت کے لیے یہ عمر بڑی عمر شمار ہوتی ہے۔(۷۳) اور ایک جگہ اس شادی سے متعلق افسانے کی نہایت زوردار الفاظ میں تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"It is most unlikely that at the age of fifty-six such a man as he should have been carried away by a passion for a woman of thirty-five or more."(74)

حضورؐ کی ایک حدیث پاک، کہ اس دنیا میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، سے بھی بعض بد باطنوں نے غلط استدلال کرتے ہوئے حضورؐ کو جنسی اتہامات سے متہم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ لیکن جان بیگٹ گلب نے مذکورہ حدیث پر نہایت خوبصورت تبصرہ کرتے ہوئے بد باطنوں کے غلط استدلال کی زبردست تردید کر دی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضورؐ کا عورتوں کی محبت کو عبادت کے ساتھ جمع کرنا ثابت کرتا ہے کہ آپؐ کا عورتوں کی معیت کا شوق نہایت معصومانہ تھا۔ موصوف کے الفاظ ہیں:

"The connection of his love of women with prayer seems to prove that it never occurred to him that his fondness for female company could be anything but innocent."(75)

الزام تشدد پسندی:

مستشرقین نے حضور اکرمؐ پر تشدد پسندی، ڈاکہ زنی اور اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلانے کا الزام بھی عائد کیا ہے۔ لیکن یہ الزام بھی حقیقت سے عدم واقفیت یا اس کے دانستہ اخفاء کے سوا کچھ نہیں۔ دین و عقیدے کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جبراً منوانا اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جس نبی پر نازل ہونے والی کتاب واضح لفظوں میں اعلان کر رہی ہو کہ: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۷۶)، اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ لوگوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کا حامی تھا، انتہائی ظلم ہے۔ قرآن کی رو سے آپ کا یہ کسی طرح فریضہ ہی قرار نہیں دیا گیا کہ آپ لوگوں کو ہر قیمت پر حلقہ بگوش اسلام کر کے ہی چھوڑیں، خواہ ان کو پسند ہو یا ناپسند۔ قرآن تو واضح طور پر آپ کا یہ فریضہ قرار دیتا ہے کہ آپ لوگوں پر حق اور باطل کو واضح کریں۔ لوگوں کو بتا دیں کہ تمہارے سامنے دو راستے ہیں؛ ایک راستہ کامیابی اور کامرانی اور دائمی و ابدی نعمتوں کی طرف جاتا ہے اور دوسرا ناکامی اور نامرادی اور دائمی اور ابدی محرومیوں کی طرف۔ اور پھر ان دونوں راستوں کی یوں صاف صاف نشاندہی کر دیں کہ ہر صاحب عقلِ سلیم ان میں واضح امتیاز کر سکے۔ لوگوں کو یہ آگہی فراہم کر دینے کے بعد آپ کی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ اب جس کا جی چاہے حق کو قبول کر کے کامیابی سے ہمکنار ہو جائے اور جس کی مرضی ہو باطل کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرے۔ سورہ الغاشیہ کی آیات ۲۱ اور ۲۲ میں ارشاد ہے: فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ. لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اور سورہ ق کی آیت ۴۵ میں فرمایا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۔ کیا مستشرقین یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور جنہوں نے تمام عمر خدا کے ہر ہر حکم پر مکمل عمل کیا، وہ مذکورہ آیات میں نازل شدہ احکام کو یکسر نظر انداز کر کے لوگوں کو دین جبراً منوانے پر اتر آئے تھے؟ ہرگز ایسا نہیں۔ جو کام آپؐ کے سپرد کیا گیا تھا وہ تبلیغ دین تھا اور اس کو حکم خداوندی کے مطابق آپؐ نے کما حقہ پورا کر دیا اور پھر یہ کام سننے والوں پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہیں تو آپؐ کی دعوت قبول کر لیں اور چاہیں تو مسترد کر دیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضورؐ نے ایک بھی شخص کو جبراً مسلمان نہیں بنایا۔ امام ابوزہرہ نے لکھا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ حضورؐ نے کسی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو، بلکہ اس کے برعکس یہ ثابت ہے کہ بعض انصار نے اپنے بچوں کو زبردستی حلقہ بگوشِ اسلام کرنے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے اس سے منع فرمایا۔ (۷۷) حضورؐ اسلام کو اگر تلوار کے زور سے پھیلانا چاہتے تو مختلف جنگوں اور غزوات میں جو لوگ شکست کھا کر مسلمانوں کے قبضے میں آتے ان کی جان بخشی قبول اسلام کی شرط پر ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جو لوگ حضورؐ کے قبضے میں آئے آپ نے ان میں سے معدودے چند کو ان کے سیاہ کرتوتوں کی بنا پر قتل کرنے کا حکم دیا اور باقی اسیروں کو یا تو اپنی رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آزاد کر دیا، یا انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ قریش مکہ نے بیس اکیس سال تک آپؐ اور آپؐ کے دین اور آپؐ کے پیروؤں کی مخالفت کی اور ظلم وستم ڈھائے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا تو آپؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس دن معافی کا جو اعلان کیا گیا اس میں یہ شرط موجود ہی نہ تھی کہ جو مسلمان ہو جائے گا اسے معاف کر دیا جائے بلکہ معافی کا اعلان ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفاظ میں کیا گیا کہ جو کوئی ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے امن دیا جائے گا۔ مستشرقین بتائیں کہ اگر حضورؐ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنانا چاہتے تو اس تاریخی موقع کو آپ نے اس مقصد کے لیے کیوں استعمال نہ کیا؟

منٹگمری واٹ اور ٹارانڈرائے وغیرہ مستشرقین کا حضورؐ کی مختلف مہمات اور غزوات وسرایا کو ڈاکہ زنی سے تعبیر کرنا بھی سراسر لغو اور حقیقت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اہل اسلام کو باطل پرستوں کی حق کے خلاف بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں اور ظلم و جبر کو روکنے کے لیے جہاد کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن اس اجازت کے ساتھ یہ بھی سخت تاکید تھی کہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہو، کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں فرماتا۔ اب جو جہاد فتنہ وفساد کو ختم کرانے کے لیے تھا، مسلمان خود اس کے ذریعے فتنہ وفساد کیسے بھڑکا سکتے تھے؟ مستشرقین غزوات وسرایا کو ڈاکہ زنی اور حضورؐ اور آپؐ کے پیروؤں کا ذریعہ معاش قرار دیتے وقت بہت سی تاریخی حقیقتوں کو یکسر نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مستشرقین بھول جاتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا ان کی اکثریت بدوؤں پر مشتمل نہ تھی بلکہ ان کا تعلق مکہ اور مدینہ کے مہذب شہروں سے تھا۔ مکہ والوں کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور وہ شام سے لے کر یمن تک تجارت کرتے۔ مدینہ والے زراعت پیشہ تھے۔ ڈاکہ زنی ان لوگوں کا پیشہ تھا اور نہ ہی ان کے آباواجداد کا۔ مستشرقین یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ حضورؐ مکہ سے مدینہ پہنچتے ہی اتنے طاقتور نہ ہو گئے تھے کہ وہ نہ صرف قریش بلکہ تمام قبائل عرب سے جنگ کا خطرہ مول لے سکتے۔ مدینہ پہنچ کر حضورؐ کو کئی مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ وہاں ایک طرف یہودیوں کے حسد کی آگ تھی اور دوسری طرف منافقین کی کفار سے بھی بدتر دشمنی۔ یہود و منافقین کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے دینے کو تیار نہ تھے جس سے اہل اسلام کو زک پہنچائی جا سکتی ہو۔ منافقین مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے ہمہ وقت سازشوں میں مصروف رہتے۔ اور کئی مقامات پر تو یہ طبقہ اس حد تک کامیاب رہا کہ مسلمانوں نے ایک دوسرے کے خلاف تلواریں سونت لیں۔ ان حالات میں جب ہر طرف سازشوں کے جال بنے جا رہے تھے اور باطل قوتیں اپنی طاقت کا لوہا منوانے پر تلی ہوئی تھیں، وہ کون سا خیال تھا جو ''عرب کے وحشیوں'' کے ہر وقت آمادۂ پیکار رکھ سکتا تھا؟ کیا یہ وقت اپنے تحفظ وبقا کے لیے ضروری اسباب مہیا کرنے کا تھا یا جارحانہ اقدام کا؟ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمان اس وقت جارحانہ رویہ اختیار کرنے کی پوزیشن ہی میں نہ تھے۔ بلکہ ان کو تو الٹا اپنی پوزیشن بہتر بنانے کے لیے امن وامان اور باہمی اتحاد و یگانگت کی سخت ضرورت تھی اور یہی وہ ضرورت تھی جس کی بنا پر حضورؐ نے مدینہ پہنچتے ہی ترجیحی بنیادوں پر وہ اقدامات کیے جو اتحاد و یگانگت اور پرامن بقائے باہمی کے لیے ضروری تھے۔ آپ نے مسلمانوں میں نظم واتحاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور محبت و یگانگت کی غرض سے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد انصار و مہاجرین میں رشتہ مواخاۃ قائم کیا، اور پھر میثاق مدینہ کے ذریعہ مدینہ کے مختلف عناصر کو پر امن بقائے باہمی کے راستے پر گامزن کرنے کی کوشش کی۔ مستشرقین یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ مدینہ پہنچ کر ابتداءً مہاجرین کو مدینہ کی فضا ہی راس نہ آئی تھی اور وہ اس حد تک مبتلائے امراض ہوئے تھے کہ یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ بیماری کی شدت میں: کل امری مصبح فی اَھلہ۔ والموت ادنی من شراک نعلہ جیسے اشعار پڑھتے رہتے تھے۔ حضرت بلال صفہ میں پڑے کروٹیں بدلتے اور مدینہ کی فضاؤں کو یاد کیا کرتے۔ حضرت عامرؓ موت کے آنے سے پہلے ہی موت کی چاپ سن رہے تھے۔(۸۷) سورہ الانفال کی آیت ۲۶ کے الفاظ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ میں ابتداءً مسلمانوں کی کمزوری و بے بسی اور چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرے ہوئے ہونے ہی کا واضح بیان ہے۔ ان سخت حالات میں مسلمانوں کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کفار مکہ بلکہ تمام قبائل عرب کے خلاف جارحانہ اقدام کریں؟ مستشرقین یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ حضورؐ اور آپؐ کے پیروکاروں کو معلوم تھا کہ کسی قبیلے اور تجارتی کارواں پر حملہ مخالف فریق کی آتش انتقام کو بھڑکائے گا اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے میں دریغ نہیں کرے گا۔ رہی یہ بات کہ حضورؐ نے بعض مہمیں بھیجیں اور ان کی کفار اور ان کے کاروانوں سے جھڑپیں بھی ہوئیں تو اس سلسلہ میں جس تاریخی حقیقت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کفار مکہ مسلمانوں کے ساتھ مسلسل حالت جنگ میں تھے۔ انہوں نے مدینہ پہنچ جانے کے بعد بھی مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا تھا۔ وہ ان کے خلاف سازشیں کرتے۔ ان کو دھمکیاں دیتے اور ان پر حملہ آور ہوتے۔ اب حضورؐ کے لیے تحریکِ اسلامی کو مٹ جانے سے بچانے کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ مختلف مہموں کے ذریعہ نہ صرف قریش کی کارستانیوں پر نظر رکھیں بلکہ انہیں یہ احساس بھی دلائیں کہ مسلمانوں کے ساتھ مسلسل جنگ انہیں مہنگی پڑے گی۔ پھر کفار مکہ کے علاوہ دیگر قبائل کی طرف جو مہمیں بھیجی گئیں، وہ ڈاکوں کی غرض نہیں بلکہ دعوت اسلام، قبائل سے صلح کے معاہدوں یا بعض قبیلوں کو ان کی اسلام دشمنی کی سزا دینے کی خاطر بھیجی گئی تھیں، اور ان میں سے اکثر مہمیں یہی مقاصد حاصل کر کے مدینہ واپس آئیں۔ مستشرقین کا یہ کہنا کہ مسلمانوں کا ذریعۂ معاش کوئی نہ تھا، اس لیے وہ ڈاکہ ڈالنے پر مجبور تھے، اس حقیقت کی بنا پر سراسر غلط ہے کہ بہت سی مہمیں متعدد قبائل کے ساتھ معاہدوں پر منتج ہوئی تھیں۔ جو لوگ ڈاکہ ڈالنے کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے شکار سے معاہدہ کر کے گھروں کو واپس نہیں آجایا کرتے۔ مسلمانوں کو اپنے رزق کے لیے اللہ پر بھروسہ تھا، ڈاکہ زنی پر نہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے صبر و شکر کرنے والے دل دیے تھے، حریص و طامع نہیں۔ جن لوگوں کے لیے مادیت ہی سب کچھ ہے، ان کے لیے یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ کچھ لوگ اپنے دین کی ترقی واشاعت کی خاطر بھوک ونگ کو برداشت کر سکتے ہیں۔ اگر دولت مسلمانوں کے لیے اتنی ہی اہم تھی تو انہیں اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ میں میں آ کر جان جوکھوں میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی! حقیقت یہ ہے کہ حضور کی مہموں کو ڈاکوں سے تعبیر کرنا اس مادہ پرستانہ ذہنیت کا عکاس ہے جو انسانوں کے لیے دنیاوی مال ومنال سے بڑھ کر کسی آئیڈیل کی مشکل ہی سے توقع کر سکتی ہے۔ حیرت ہے کہ اللہ کا نام لینے کی پاداش میں باطل پرستوں سے ہر چہار جانب سے گھرے ہوئے مٹھی بھر مسلمانوں کی حق اور انسانیت کی خاطر دفاعی حکمت عملی کو لوٹ مار اور ڈاکہ زنی قرار دینے والے اس ''مہذب قوم'' کے افراد ہیں جو تمدن واخلاق اور انسانی آزادیوں کے اس عہد جدید میں مشرق وسطیٰ کے تیل کی دولت پر قبضہ کرنے کے لیے خوں خوار درندوں کی طرح چڑھ دوڑی ہے۔ لاکھوں انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگ چکی ہے اور کروڑوں کے خون کی پیاسی ہے۔

مستشرقین یہود مدینہ کے خلاف حضورؐ کی کاروائیوں پر بھی بڑے شدومد سے معترض ہوئے ہیں۔ لیکن یہاں بھی انہوں نے یہی تعصّبانہ انداز نظر اپنایا ہے کہ یہود کے مکروہ اور گھناؤنے جرائم کو نظر انداز کر گئے ہیں اور ان کے خلاف تادیبی کاروائیوں کو رنگ وروغن لگا کر حضورؐ پر الزام تشدد پسندی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہود حضورؐ اور دین اسلام کے خلاف سخت حاسدانہ جذبات رکھتے تھے۔ اگرچہ ایک روایت کے مطابق بخت نصر کے اسرائیلیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے بعد یہودیوں کا عرب اور بالخصوص یثرب میں آباد ہونے کا بنیادی سبب ہی اپنی کتب مقدسہ کی پیشگوئیوں کے تناظر میں یہاں ایک نبی موعود کی آمد کا امکان بلکہ تیقن تھا۔(۷۹) لیکن بدقسمتی سے وہ اس نبی موعود کے بنو اسماعیل میں سے ظہور کی بنا پر اس کو صحیح صحیح اپنی کتب مقدسہ کی پیشگوئیوں کا مصداق پا کر بھی اس پر ایمان لانے اور اس کا ساتھ دینے کی بجائے اس کے سخت دشمن بن گئے تھے۔ یہود حضور کو پہچاننے کے باوجود کس طرح آپ کی دشمنی پر آمادہ تھے؟ اس کا اندازہ ام المومنین حضرت صفیہ کی بیان کردہ ایک روایت سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب مدینہ تشریف لائے اور قباء میں ٹھہرے تو میرے والد حُیَّ بن اخطب اور چچا یاسر بن اخطب منہ اندھیرے روانہ ہوئے اور غروب آفتاب کے وقت لوٹے۔ بہت تھکے ماندے اور پریشان دکھائی دیتے تھے۔ میں ان کے پاس گئی، لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی میری طرف التفات نہ کیا۔ میرے والد میرے چچا سے کہہ رہے تھے: کیا یہ وہی پیغمبر ہے؟ والد نے کہا ہاں خدا کی قسم! چچا نے پوچھا کیا تم نے اسے پہچان لیا اور یقین کر لیا؟ والد نے اثبات میں جواب دیا۔ چچا نے پوچھا: اس کے لیے تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے۔ والد نے کہا: خدا کی قسم دشمنی ہی دشمنی، جب تک زندہ ہوں۔(۸۰) حضورؐ نے مدینہ پہنچ کر میثاق مدینہ کی رو سے شہر کے تمام عناصر کو ایک دستور کا پابند بنایا تھا۔ دیگر قبائل کے علاوہ یہود مدینہ بھی اس پر متفق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ اس دستور کی رو سے حضورؐ کو مدینہ کا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس دستور کے مطابق کسی فریق کو ریاست مدینہ کی جڑیں کریدنے اور بیرونی طاقتوں سے ساز باز کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ لیکن یہود کے اندر حضورؐ کے خلاف جو حاسدانہ ابال اٹھتے رہتے تھے ان کی بنا پر انہوں نے یہی کام کیا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کے اندرونی حالات کو خراب کرنے کی بھی بھر پور کوشش کی اور خارجی دشمنوں سے ساز باز میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ یہودیوں کا ریاست مدینہ کے خلاف واضح طور پر غداری کا ارتکاب تھا۔ لہذا حضورؐ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ آپ میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرنے والوں اور ریاست اور اس کے سربراہ کے خلاف غداری کے مرتکب لوگوں کو کھل کھیلنے کا موقع فراہم کرتے۔ چنانچہ حضورؐ نے ریاست مدینہ کے امن و امان کو خطرے میں ڈالنے والوں کے خلاف مجبوراً تادیبی کاروائی کرتے ہوئے انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے انتظامات کیے۔ اس سلسلہ میں عصما بنت مروان، ابوعفک اور کعب بن اشرف اپنی انفرادی غداریوں کی بھینٹ چڑھے۔ بنو قینقاع اور بنونضیر کو غداری کے جرم میں جلا وطن کیا گیا اور بنو قریظہ کو ان کی غداری اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی سازش کے جرم میں ان کے اپنے مقرر کردہ حکم حضرت سعد بن معاذ کے یہودیوں کے اپنے قانون کے مطابق کیے گئے فیصلے کے مطابق جنگجو مردوں کو قتل کرنے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنانے کی سزا دی گئی۔ مستشرقین یہودیوں کے گھناونے جرائم کو تو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن ان جرائم پر انہیں جو سزا دی گئی اس پر حضورؐ کے خلاف واویلا مچاتے ہیں۔ تاریخی حقائق شاہد ہیں کہ بنو قینقاع اور بنونضیر کی جو سزا رحمۃ للعالمین نے اپنی رحمۃ للعالمینی کی بنا پر دی وہ اس سزا سے کہیں کم تھی جس کے وہ اپنے انتہائی کالے کرتوتوں کی وجہ سے مستحق تھے۔ جہاں تک بنو قریظہ کی سزا کا تعلق ہے تو وہ بھی اگر چہ ان کے جرائم کی بالکل صحیح سزا تھی کہ آج بھی اگر کسی ملک کو عین حالت جنگ میں اپنے ہی بعض شہریوں سے اس غدارانہ سلوک کا سامنا ہو، جس کا جنگ خندق کے موقع پر مسلمانوں کو بنو قریظہ کی طرف سے کرنا پڑا تھا، تو یقیناً اس ملک کے صاحب اقتدار موقع ملتے ہی اپنے غداروں سے ملک کو پاک کر کے دم لیں گے۔ خود مستشرق لین پول نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ حضورؐ اپنی حاکمانہ ذمہ داری کی بنا پر شہر کے امن و امان کے لیے خطرہ بننے والی کسی ایسی کاروائی کو نظر انداز نہ کر سکتے تھے، جو ان لوگوں نے کی، (81) تاہم اس سلسلہ میں یہ حقیقت مد نظر رہنی چاہیے کہ بنو قریظہ کو مذکورہ سزا ان کے اپنے مقررہ کردہ حکم نے ان کی اپنی کتاب مقدس کی رو سے سنائی تھی اور اس بات پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اگر رحمۃ للعالمین خود ان کا فیصلہ کرتے تو آپ اپنی رحمۃ للعالمینی کی بنا پر انہیں بھی وہی سزا نہ دیتے جو قبل ازیں بنو قیقاع اور بنونضیر کو دی گئی تھی۔

حضور نبی اکرمؐ کو خداوند قدوس نے رحمۃ للعالمین قرار دیا۔ آپؐ کی پوری زندگی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مملو ہے۔ آپؐ نے پتھر مارنے والوں کو دعائیں دیں۔ جن سنگدلوں نے آپؐ کی شمع حیات کو گل کرنا چاہا آپؐ کے رؤف ورحیم سینے میں ان کو عذاب دوزخ سے نجات دلانے کی آرزوئیں مچلتی رہیں۔ جن لوگوں نے آپ اور آپ کے پیروؤں پر ظلم وستم کی انتہاؤں کو چھولیا تھا آپؐ نے ان سب کو فتح حاصل کرنے اور غالب پانے کے باوجود بیک جنبش لب معاف کر دیا۔ ایسے رحیم وکریم پر سنگدلی کا الزام لگانا خود پرلے درجے کی سنگدلی ہے۔ آنحضورؐ کی مہمات اور غزوات وسرایا کی تعداد ۸۰ سے ۹۰ تک بیان کی جاتی ہے۔ جن واقعات کو غزوات وسرایا کے تحت بیان کیا جاتا ہے، غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے تقریباً نصف ایسے تھے جن میں تلوار کا کسی حد تک استعمال ہو۔ ان واقعات میں ایسے واقعات بھی تھے جن میں ریاست نے کسی مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی اور ایسے بھی جس میں دشمن نے دھوکے سے کسی مسلمان کو قتل کیا۔ آج اگر کسی مہذب ریاست میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کو جمع کیا جائے تو صرف ایک دن میں واقعات کی تعداد اتنی ہو جائے، جتنی تعداد میں ایسے واقعات ریاست مدینہ کی دس سالہ عسکری تاریخ میں پیش آئے تھے۔ اس عرصے میں جتنی جنگیں یا جھڑپیں ہوئیں ان میں ایک تحقیق کے مطابق فریقین کے ۱۰۱۸ آدمی کام آئے۔ (۸۲) حضورؐ نے ۱۰۱۸ انسانی جانوں کی قیمت پر انسانیت کو جو کچھ عطا کیا وہ پوری دنیا کے سامنے ہے۔ آپؐ نے اشرف المخلوقات کو بت پرستی سے نجات دلا کر توحید کی عظمتوں سے روشناس کرایا۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ تنگِ انسانیت عربوں کو تہذیب واخلاق کا وہ درس دیا کہ وہ دنیا کے امام بن گئے۔ علم کی وہ روشنی پھیلائی کہ دنیا اس کی کرنیں مستعار لے کر اوج وترقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔ مقام حیرت ہے کہ کل ۱۰۱۸ انسانی جانوں کی قیمت پر دنیا میں سب سے عظیم و بے نظیر انقلاب برپا کرنے والے پر ظلم وتشدد اور دہشت گردی کا الزام وہ لوگ لگاتے ہیں جنہوں نے بغیر کسی اعلیٰ مقصد کے محض اپنے مفادات کی خاطر جگہ جگہ انسانوں کا قتل عام کیا۔ دنیا کو دو ہولناک عالمی جنگوں میں جھونک کر کروڑوں انسانوں کو موت کے منہ میں پہنچایا اور آج تک ملک ملک اور قریہ قریہ اپنے مفادات کے لیے جنگ وجدل قتل وغارت گری اور دہشت گردی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔

خلاصہ مبحث:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ مستشرقین نے حضورؐ کی شخصیت وکردار کو مسخ کر کے پیش کرتے ہوئے آپؐ پر (نعوذ باللہ) دغا باز، جھوٹا مدعی نبوت، جنس پرست، ظالم وتشدد پسند، مرگی کا مریض ہونے اور پست اخلاق وکردار کا حامل ہونے کے الزامات لگانے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ جدید مستشرقین معروضی تحقیق کے بلند و بانگ دعوے کا بھرم رکھنے کے لیے حضورؐ پر مذکورہ الزامات کو بظاہر قدیم جہالت وتعصب قرار دے کر خود کو ان بدیہی البطلان الزامات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بری الذمہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن ''نئے جال لائے پرانے شکاری'' کے مصداق کم وپیش وہی پرانے الزامات نئے زمانے کے مزاج کے مطابق نئی اصطلاحات میں خود بھی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور یوں حضورؐ کی مسخ شدہ اور توہین آمیز تصویر پیش کرنے میں اپنے پیشواؤں سے کسی طرح پیچھے نہیں رہتے۔مرزا قادیانی کے گستاخانہ دعویٔ نبوت اور اس کے پیروکاروں اور سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے گستاخوں کی پزیرائی ہو یا حال ہی میں مغربی اخبارات میں تکرار وتسلسل سے شائع ہونے والے توہین آمیز خاکے، سب اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ اہل مغرب آج تک حضورؐ کی شخصیت وکردار سے متعلق اپنے موروثی متعصبانہ توہمات سے نہیں نکل پائے۔اوپر کی گذارشات سے اظہر من الشمس ہے کہ مستشرقین کے مذکورہ الزامات قطعاً غلط، بے بنیاد اور حضورؐ سے تعصب وعناد کا شاخسانہ ہیں۔اخلاق محمدیؐ پر حملہ آور ہونے والے مستشرقین کسی ایسے جھوٹے اور دغاباز کی کوئی مثال تو پیش کر کے دکھائیں، کہ نہ صرف ہم عصر جانی دشمنوں نے اس کے صدق وامانت، ایفائے عہد اور نیکی وخوش خلقی وغیرہ میں اعلیٰ انسانی خوبیوں کے بلند معیار پر فائز ہونے کا اقرار کیا ہو بلکہ اس کے اس طرح کے متعصب سوانح نگار، جیسے حضور کے مستشرقین ہیں، اسے اپنے مشن اور دعوت میں سچا تسلیم نہ کرنے کے باوجود اس کی اعلیٰ انسانی خوبیوں کے اعتراف پر اس طرح مجبور ہوئے ہیں، جیسے مستشرقین حضورؐ کی سیرت سے متعلق ہوئے ہیں۔حضورؐ پر مرگی کا الزام لگانے والے تو ایسے شدید جرم کے مرتکب ہوئے ہیں کہ خود ان کے دوسرے ہم قبیلہ حضرات کو ان کی اس مجرمانہ حرکت کو تاریخی تنقید کے خلاف ایک جرم اور گناہ کا ارتکاب قرار دینا پڑا ہے۔حضورؐ کی دعوت کی کامیابی کو حالات کا تقاضا قرار دینے والے کوئی ایک مثال ایسی پیش تو کر کے دکھائیں کہ ایک شخص سارے موجودہ نظام فکر وعمل سے متصادم دعوت لے کر تن تنہا اٹھا ہو اور پھر اتنے مختصر وقت میں بغیر الٰہی مدد اور حق کی طاقت کے حضورؐ کی طرح کامیاب ہوا ہو۔حضورؐ پر شرک کا الزام تو آپؐ کی دعوت کے وجود ہی کو جھٹلانے کے مترادف ہے، کیونکہ شرک کو مٹانا اور لوگوں کو خدائے واحد کے آگے جھکانا تو آپؐ کی دعوت کا بنیادی مقصد تھا اور اگر آپ بھی معاذ اللہ شرک سے جان نہیں چھڑا سکے تو آپؐ کی دعوت کا نہ صرف یہ کہ کوئی جواز ہی نہیں بلکہ اس کی کوئی توجیہ ہی ممکن نہیں۔جہاں تک حضورؐ پر جنس پرستی کے الزام کا تعلق ہے تو اس کی لغویت کا خود مستشرقین کے اپنے ہی ساتھیوں نے واضح اعتراف کیا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آدمی اپنی بھر پور جوانی تو اپنے سے دگنی عمر کی ایک عورت سے نہایت وفادارانہ انداز سے گزارے اور پچپن ساٹھ برس کی عمر میں جنسی جذبات کا طوفان یوں اُمڈ آئے کہ بیویوں کی کوئی تعداد اسے مطمئن نہ کر سکے۔بنا بریں حضورؐ کی متعدد شادیوں کے مقاصد قطعاً دوسرے تھے۔تعدد ازدواج فی نفسہ بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ اکثر مذاہب کی مقدس شخصیات کے ہاں متعدد زوجات کا ہونا ناقابل انکار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخی حقیقت ہے۔ رہا حضورؐ پر تشدد پسندی کا الزام تو وہ وہی شخص عائد کر سکتا ہے جو معالج کی نشتر کو قاتل کی تلوار سے تشبیہ دے اور جو انصاف کو ظلم اور رحمت کو بربریت کہنے پر مصر ہو، جس کو اعلیٰ نصب العین اور حق کی خاطر 1018 جانوں کے ضیاع کا افسوس ہو لیکن بغیر کسی اعلیٰ مقصد کے محض ذاتی و سفلی مفادات کی خاطر کروڑوں انسانوں کے بے دردانہ قتل کا کوئی رنج نہ ہو۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) حبیب الحق ندوی، پروفیسر، سید، ''اسلام اور مستشرقین''، در ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ: مئی 1983، ص332۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، لاہور: ضیاء القرآن، پبلی کیشنز: 1418ھ، جلد ششم، ص126۔

(۲) حبیب الحق ندوی، پروفیسر، سید ''اسلام اور مستشرقین''، حوالہ مذکورہ، ص332-333۔

(3) Watt, Montgomery, Muhammad: Prophet and Statesman,Oxfor UniversityPress,1961 P. 231.

(4) Hitti, P.K, Islam a way of life, Oxford University Press, 1971, PP. 22-23.

(5) Keren Armstrong, Muhammad: A western Attempt to Understand Islam, London,1991,pp. 22-44.

(6) Tor Andrae, Muhammad, The man and his faith, translated from German by Theophil Menzel, London, George Allen & Unwin, 1956, P. 143.

(7) Ibid. P. 191.

(8) Ibid.

(۹) سرسید احمد خاں، ''سیرت محمدی''، لاہور، مقبول اکیڈمی، 1997، ص230۔

(10) Muir, William, Muhammad and Islam, London, N. D. P. 22.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(11). Ibid. P. 24.

(۱۲) محمد احسان الحق سلیمانی، رسول مبین، لاہور، مقبول اکیڈمی، 1993، ص 50۔

(۱۳) سر سید احمد خاں، سیرت محمدی، حوالہ مذکورہ، ص 228۔

(14) Muir, William, Muhammad and Islam ,Op.Cit, P. 47.

(15) Watt, Montgomery, Muhammad: Prophet and statesman, Op.Cit, P.38.

(16) The Encyclopedia of Religion, Vol. 10, P. 14.

(17) Watt, Montgomery, Muhammad: Prophet and statesman,Op.Cit, P. 14.

(18) Gibb, H.A. R. Mohammedanism, London, Oxford, 1964, P. 25.

(19) Ibid. P. 25-26.

(20) Watt, Montgormery, Muhammad at Mecca,Great Britain, Edinburgh University press,1988, P. 49.

(21) Ibid. P. 87.

(22) Ibid. P. 90.

(23) Sale George, The Koran, New York, 1890, P. 95.

(24) Tor Andrae, Muhammad, the Man and his faith,Op.Cit, PP. 21-22.

(25) Muir, William, Muhamamd and Islam,Op.Cit, P. 126.

(26) Ibid.

(27) Tor Andrae, Muhammad, the man and his faith,Op.Cit, P. 147.

(28) Ibdi. P. 104.

(29) Watt, Montgomery, Muhammd at Medina, Oxford University press,1961, P. 231.

(30) Muir, William, Muhammad and Islam,Op.Cit, P. 87.

(31) Sale, George, The Koran, Op.Cit,P. 38.

(32) Watt, Montgomery, Muhammad: Prophet. and Statesman,Op.Cit, P.105.

(33) The New Encyclopaedia Britannica, Chicago, 1986, Vol. 22, P. 4.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(34) Ibid.

(35) The Encyclopedia of Religion, Op.Cit. P. 144.

(۳۶) عبدالماجد دریابادی، مولانا، ''مضامین دریابادی، حیدرآباد، ادارہ اشاعت اردو، 1943،ص 18۔

(۳۷) عیاض بن موسی، قاضی ابی الفضل، الشفاء، مصر، مصطفیٰ البابی الطبی، س۔ن۔ص 59۔

(۳۸) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مصر، مطبع مصطفیٰ البابی الطبی، 1955، جلد 1، ص 320۔

(39) Carlyle, Thomas, On Heroes and Heroworship, London, Everyman's Libreary, 1965, PP. 281, 292.

(40) Watt, Montgomery, Muhammad at Medina,Op.Cit, P. 332.

(41) Tor Andrae, Muhammad, The man and His faith,Op.Cit, Pp. 71-72.

(42) Landua, Rom, Islam and the Arabs, London, George Allen & Unwin, 1958, P. 23.

(43) Wail, Gustawe, A History of Islamic Peoples, Calcutta, 1941, P. 27.

(۴۴) عزالدین فراج، نبی الاسلام فی مراۃ الفکر الغربی، قاہرہ، مطبع دارالجھاد، 1953، ص 35۔

(۴۵) عبداللہ مبشر الطرازی، الدکتور، ''نبی الاسلام فی مراۃ بعض المستشر قین المنصفین''، درُالاسلام و المستشر قون، جدہ، 1985، ص 308۔

(46) Hitti, P. K. History of the Arabs, London, Macmillan, 1964, P. 113.

(47) Muir, William , Muhammad and Islam, Op.Cit, P.

(48) Hart, Michael H. The 100-A Ranking of the most influential persons in History, New York, 1978, P. 40.

(۴۹) محمد رضا، محمد رسول اللہ، بیروت، دارالکتب العلیمہ، 1975، ص 25۔

(۵۰) سرسید احمد خاں، سیرت محمدی، حوالہ مذکورہ، ص 230۔

(۵۱) ایضاً، ص 232۔

(52) Encyclopaedia Britannica, USA, 1961, Vol. 8, P. 654.

(۵۳) سرسید احمد خاں، سیرت محمدی، حوالہ مذکورہ، ص 231-232۔

(۵۴) ایضاً، ص 232۔

(55) Guillume, Alfred, Islam, London, Cassell, 1963, P. 25.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(56) Ibid. Pp. 25-26.

(57) Gibbon Edward, The decline and fall of the Roman Empire, London,. Dant & Sons, 1962, Vol. 5, P. 270.

(58) Ibid.

(59) Landau, Rom, Islam and the Arabs,Op.Cit, P. 23.

(60) Watt, Montgomery, Muhammad: Prophet and Statesman,Op.Cit, P. 19.

(۶۱) محمد احسان الحق سلیمانی، رسول مبین، ص627-626۔

(62) Guillume, Alfred,Islam, Op.Cit,P. 26.

(۶۳) القرآن، 74-1-5۔

(۶۴) القرآن، 3:79-80۔

(۶۵) دیکھیے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن۔ جلد 2، ص 127-129۔

(۶۶) صابونی، محمد علی، شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول، مکہ مکرمہ، 1980، ص11 ۔

(۶۷) قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، حوالہ مذکورہ، جلد2، ص 131۔

(۶۸) دیکھیے مثلاً صابونی، محمد علی، شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول، الصواف، الشیخ، محمد محمود، زوجات النبی الطاہرات وحکمۃ تعددھن، جدہ: دارلعمر 1985۔

(69) Watt, Montgomery, Muhammad at Medina,Op.Cit, PP. 287-288.

(70) Glubb, J. B. The life and Times of Muhammad, London,Hodder & Stoughton,1970, P. 239.

(71) Ibid. P. 237.

(72) Watt, Montgomery, Muhammad at Medina,Op.Cit, P. 330.

(73) Ibid. P. 331.

(74) Idem, Muhammad: Prophet and statesman,Op.Cit, P. 158.

(75) Glubb, J. B. The life and times of Muhammad,Op.Cit, P. 238.

(۷۶) القرآن2:256

(۷۷) ابوزہرہ، محمد، الامام، خاتم النبیین، قاہرہ، دار الفکر العربی، س۔ن۔ جلد2، ص583۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۷۸) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، حوالہ مذکورہ، جلد 2، ص 588-589۔

(۷۹) نورالدین علی بن السید الشریف، وفا الوفا باخبار دار المصطفیٰ، قاہرہ، 1926، ص 112۔

(۸۰) ابن جوزی، ابوالفرج، الوفا باحوال المصطفیٰ، قاہرہ، 1966، جلد 1، ص 57۔

(81) Lane Poole, Studies in Mosque, Beriut, Khayats, 1966, P. 76.

(۸۲) قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، حوالہ مذکورہ، جلد 2، ص 213۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com